چمن چمن کے پھول

ڈرامے

رحمان ساجد
(محمد عبدالرحمٰن خاں)

● سن اشاعت ...... نومبر ۱۹۸۶ء
● بار اول ...... چھ سو
● قیمت .... ۱۶ روپے
بیرونی ممالک کے لئے ۳ ڈالر
● طباعت .... اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد ۔ ۲

ناشر

رحمان ساجد
چنچلگوڑہ ۔ حیدرآباد ۔ ۲۴

ملنے کے پتے

○ حسامی بکڈپو ۔ مچھلی کمان ۔ حیدرآباد ۔ ۲
○ مینار بکڈپو ۔ مچھلی کمان ۔ حیدرآباد ۔ ۲
○ الیاس ٹریڈرس ۔ شاہ علی بنڈہ روڈ ۔ حیدرآباد ۔
○ ادبی مرکز اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار ۔ حیدرآباد ۔ ۲
○ بمکان مصنف ۔ ۲۹۲ ۔ ۴ ۔ ۱۶ چنچلگوڑہ ۔ حیدرآباد ۔ ۲۴

رحمٰن ساجد (عبدالرحمٰن خاں)

یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی
حکومت اترپردیش لکھنؤ کے مالی تعاون

سے

شائع ہوئی

ربّ العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے فضل و
کرم کے باعث کتاب کی اشاعت عمل میں آئی ۔ اور
ساتھ ہی ساتھ مالی تعاون کے لئے فخر الدین علی احمد کمیٹی
اتر پردیش لکھنؤ کا بھی مشکور ہوں ۔

انتساب

میرے فرزند مشتاق احمد خاں کے نام جسکی مسلسل
دوڑ دھوپ کے باعث کتاب کی اشاعت عمل میں آئی۔

نام مصنف	محمد عبدالرحمٰن خاں
قلمی نام	رحمان ساجد
سن پیدائش	۱۹۳۰ء
تعلیم	بی۔اے، ایم۔او۔ایل
پیشہ	غیر ادبی ملازمت
وطن	حیدرآباد دکن

فہرست

پیش لفظ — سید موسیٰ کاظم پرنسپل اورنٹیل اردو کالج — ۸
کچھ ڈرامے کے بارے میں — ۱۰
۱۔ بڑے بے آبرو ہو کر — ۱۲
۲۔ تازیانہ — ۳۳
۳۔ دوسری شادی — ۵۴
۴۔ فیصلہ — ۷۸
۵۔ آخری ہفتہ — ۱۰۰
۶۔ آخری فیصلہ — ۱۱۵
۷۔ پھول اور کانٹے — ۱۵۹
۸۔ شیشے کا گھر — ۱۹۰
۹۔ آشیانہ — ۲۲۶
۱۰۔ اغلاط نامہ — ۲۴۵

پیش لفظ

" ڈراما " کی طرف ان دنوں کچھ توجہ کم ہو رہی ہے۔ پچھلے چند سال سے عثمانیہ یونیورسٹی کے اورنٹیل کورسس سے بھی ڈرامے کو خارج کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۸۵ تا ۱۹۸۶ء میں جب اورنٹیل کورسس کے بورڈ آف اسٹیڈیز کا مجھے چیرمن بنایا گیا اور نیا نصاب مرتب کیا گیا تو میں نے بی اے (ایل) اور ایم اے (ایل) میں دوبارہ ڈرامے کا پرچہ رکھدیا ہے —— ریڈیو' ٹی وی اور فلم کے اس دور میں اردو ڈرامہ نگاروں کا کال پڑا ہوا ہے۔ ایسے میں حسن ساجد صاحب کے ان ڈراموں کی اشاعت سے یگونہ خوشی ہوئی میں نے یہ سارے PLAYS ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ڈرامے انتہائی دلچسپ ہیں ساتھ ہی اصلاحی پہلو کے حامل —— ہر ڈرامہ میں ساجد صاحب نے سماج کی کسی نہ کسی خرابی کی طرف اشارہ کرکے اصلاح کے جذبے کا اظہار کیا ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے موضوع کو انہوں نے اپنا کر اس کی خامیوں کا بڑی عمدگی سے اظہار کیا ہے۔ ان کا دل شادی بیاہ کے معاملات میں رکاوٹ پر تڑپ جاتا ہے اور جب یہ رکاوٹ دولت کے باعث پیدا ہوتی ہے تو ان کا جی چاہتا ہے کہ وہ بیاہ کے قانون بنا دیں۔

" خوب صورت لڑکی بدصورت مرد کو نہ دی جائے "

" تعلیم یافتہ لڑکی جاہل مرد سے بیاہی نہ جائے "

" کم عمر لڑکی عمر رسیدہ شخص کو نہ دی جائے " وغیرہ

" لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ لڑکی والے اپنی سدھ بدھ کھو جاتے ہیں" کوئی ایسی " انجمن بہبودی خواتین " بنائی جائے جو یہ دیکھے کہ لڑکا لڑکی کے لئے موزوں ہے یا نہیں اس کی شخصیت کیسی ہے؟ قابلیت کیا ہے؟ خیالات کیسے ہیں؟ باضابطہ لڑکے کے کردار کی تحقیق کرکے لڑکی دی جائے ۔ تب ہی لڑکے والوں کے پسینے چھوٹ جائینگے اور وہ اپنے مطالبات سے دستبردار ہوجائیں گے ۔"

سچ تو یہ ہے کہ ساجد صاحب نے ان ڈراموں کے ذریعہ نوجوانوں کی دکھتی رگ پر بڑی خوبی سے ہاتھ رکھا ہے ۔ آج کے نوجوان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایک حسین بیوی کے ساتھ ڈھیر سارے جہیز کا مالک بن جائے' لطف یہ کہ وہ اپنی ہستی کو بھلائے بیٹھا ہے' یہ نہیں دیکھتا کہ وہ خود کتنے پانی میں ہے ۔

رحمان ساجد صاحب نے اردو کے کہنہ مشق ڈراما نگار حضرت منجو قمر سے فیض حاصل کیا ہے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ اس کتاب کا دیباچہ حضرت منجو قمر لکھتے ۔ وہ نہ رہے تو یہ کام مجھے سونپا ہے۔ جو ان کے حضرت منجو قمر صاحب سے) اتھاہ خلوص کا مظہر ہے۔ حضرت منجو قمر ہوتے تو وہ ان ڈراموں کی وہ خوبیاں اور اچھائیاں بھی بیان کرتے جن تک ہماری نظر نہیں پہنچی ۔

مجھے یقین ہے رحمان ساجد صاحب کی یہ کوشش رائیگاں نہ جائیگی ان کے یہ ڈرامے پسند کئے جائینگے ۔ اسکولوں اور کالجوں کے اسٹیج پر ہی نہیں T.V کے چھوٹے اسکرین پر بھی ہم انہیں دیکھ سکیں گے ۔

سید موسیٰ کاظم
(پرنسپل اورنیٹل اردو کالج)
چیرمین بورڈ آف اسٹڈیز ان اردو (اورنیٹل) جامعہ عثمانیہ
برائے سال ۱۹۸۵ اور ۱۹۸۶ء ۔

کچھ ڈرامے کے بارے میں

میں نے ڈرامہ نگاری کی ابتداء ریڈیو ڈرامہ نگاری سے کی ۱۹۶۵ء میں میں نے "بڑے آبرو ہو کر لکھا"۔ پھر "تازیانہ" "دوسری شادی" اور "فیصلہ" لکھے گئے۔ یہ تمام ڈرامے آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد ممبئی سے متعدد بار نشر ہو چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۷ء میں "آخری اسفتہ" ڈرامہ لکھا جو ماہنامہ "شاعر" بمبئی اکتوبر نومبر سنہ ۱۹۶۷ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ "آخری فیصلہ" بھی آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے نشر ہو چکا ہے۔ "پھول اور کانٹے" "شیشے کا گھر" اور "آشیانہ" سنہ ۱۹۸۱ء میں لکھے گئے۔ لیکن "شیشے کا گھر" اور "آشیانہ" آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے نشر ہو چکے ہیں۔

میں نے ان ڈراموں پر نظر ثانی کی ہے۔ کسی میں کردار کا اضافہ کیا ہے۔ کسی کردار کو وسعت دی ہے۔ غرض ان تمام ڈراموں کو مکمل ڈرامے کی صورت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

میری رائے میں ریڈیو ڈرامے میں ڈرامے کی مکمل صورت نہیں پائی جاتی۔ پھر ان ڈراموں پر وقت کی حکمرانی رہتی ہے۔ جس کے باعث ضروری چیزیں کاٹ چھانٹ دی جاتی ہیں۔

ان ڈراموں کو صرف سنا جا سکتا ہے۔ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور اسٹیج ڈرامہ ان سارے قیود سے بالاتر ہوتا ہے۔ پھر ریڈیو ڈرامے میں میوزک اور ساؤنڈ سے بڑی خوبیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ اگر یہی ڈرامہ کتابی شکل میں سامنے آئے تو بے لطف سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ڈرامہ دیکھنے اور سننے کی چیز ہے، پڑھنے کی نہیں۔

بعض نقاد ڈرامے میں ادبی خوبیوں کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ڈرامے کا مقصد صرف تفریحِ طبع ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے۔ ڈرامہ بنیادی طور پر ادب کی صنف ہے جو شاعری سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی مناسب کلائمکس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ کیفیت بھی ہے؛ بہرحال جو کچھ ہے حاضرِ خدمت ہے۔

رحمان ساجد

بڑے بے آبرو ہو کر

کردار

اشفاق :- ایک پچیس سالہ نوجوان جس کا رنگ قدرے سیاہ ہے ۔

ماں :- عمر ۵۰ سال ۔

بھابھی :- عمر ۲۴ سال

بہن :- عمر ۲۲ سال

کریمن بوا :- مشاطہ عمر ۵۰ سال

لڑکی :- خوبصورت نازک اندام جو اشفاق کیلئے پسند کی جا چکی ہے ۔
عمر ۲۲ سال ۔

سلیم :- لڑکی کا بڑا بھائی عمر ۲۵ سال ۔

اور ملازمہ ۔

پہلا منظر

لیک ورانڈا جہاں صوفہ سٹ پڑا ہوا ہے۔ دائیں جانب ایک دروازہ جو باہر کھلتا ہے جس پر پردہ پڑا ہے ـــــ شمالی دیوار سے ایک دروازہ لگا ہے جو اشفاق کا کمرہ ہے۔

پردہ اٹھتا ہے۔

اشفاق کی ماں : بھائی اور بہن ۔ تھکاوٹ کے شدید احساس کیساتھ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے دائیں دروازے سے ورانڈے میں داخل ہو کر صوفہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور پسینہ پونچھتے ہیں۔

ماں :۔ اف ۔ وہی مثل پوری ہوئی کہ لڑکی دیکھتے دیکھتے پیر کی جوتیاں گھس گئیں ۔ اب دیکھنا صاحبزادے بلند معیار کو یہ لڑکی بھی پسند آتی ہے یا نہیں ۔

بھائی :۔ اگر یہ لڑکی بھی پسند نہ آئی اماں ۔ تو پھر میں بہت تھک چکی ہوں ۔ آئندہ کسی لڑکی کو دیکھنے نہیں چلوں گی لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ ہم لوگ صرف دعوتیں اڑانے اور لڑکی والوں سے ہنسی دل لگی کرتے جاتے ہیں لڑکی کا انتخاب کرنے نہیں ۔

بہن :۔ یہ لڑکی تو ضرور پسند آجائے گی بھائی جان کو ۔ !

اشفاق :۔ (دور کی آواز) آخر میں بھی تو سنوں کہ لڑکی کیسی ہے ؟

(شمالی دروازے سے برآمد ہوتا ہے)

(...ـنتخاب کے پرلگے ہیں اس میں (صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

بہن :۔ ہاں بھائی جان سرخاب کے پر ہی لگے ہیں ۔ اگر آپ ایک نظر دیکھ لیں تو .... رک جاتی ہے ۔

بھابی :۔ پروانہ بن جائیں ۔

اشفاق :۔ اچھا ـــــ (ماں سے) اماں آپ کا کیا خیال ہے ۔

ماں :۔ (مزاحیہ انداز میں) میں کیا ظاہر کروں خیال اپنا ۔ میں تو پرانے خیالات کی عورت ٹھہری (مسکرا کر) پہلے اپنی بھابی سے پوچھ لو ۔

اشفاق :۔ بھابی ۔ میں آپ کی گرانقدر رائے کا منتظر ہوں ۔

بھابی :۔ (سنجیدگی سے) میں تو پسند کر چکی ہوں لڑکی کو ۔ کیا قد و قامت کیا ناک نقشہ ۔ کیا رنگ روپ غرض سے

سر سے پا تک جہاں کہیں دیکھو

ہر ادا کہتی کہ یہیں دیکھو ۔

بہن :۔ پھر اردو کی گریجویٹ بھی ہے بھائی جان ـــــ !

اشفاق :۔ اچھا ۔ !

بھابی :۔ اور شاعرہ بھی ـــــ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے ... (مسکرا کر) نہیں نہیں فرزانے دو ۔

اشفاق :۔ (کمال اشتیاق سے) شاعرہ بھی ہے ـــــ !

بہن :۔ ہاں بھائی جان ۔ میں تو اس کا ایک شعر بھی نوٹ کر لائی ہوں کیا لاجواب ہے ـــــ !

اشفاق :۔ آخر سناؤ بھی تو ـــــ !

بہن :۔ سنئے (پاکٹ سے نوٹ بک نکالتی ہے اور کھول کر پڑھتی ہے۔)

زندگانی کو بہر صورت بنانا چاہیئے
یعنی ہر تازہ ستم پر مسکرانا چاہیئے

اشفاق :۔ (بغور دہراتا ہے)

زندگانی کو بہر صورت بنانا چاہیئے :. یعنی ہر تازہ ستم پر مسکرانا چاہیئے
واقعی خوب تخیل ہے بڑی اولوالعزم معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن رضیہ کیسے نوٹ کیا تم نے یہ شعر۔!

بہن :۔ بڑی مشکل سے ۔! آپ کو سنانے کی خاطر نوٹ کرنا پڑا۔

اشفاق :۔ آخر کیسے۔

بہن :۔ (مسکرا کر) اچھا بھی کہہ دیتی ہوں ۔ جس کمرے میں ہماری ضیافت کی گئی تھی وہیں دیوار پر ٹنگے ایک فریم میں یہ شعر درج ہے معلوم ہوا کہ لڑکی کا ہے اور لڑکی کے والد کو بہت پسند آیا تو انہوں نے فریم کروا کر دیوار سے آویزاں کر دیا ہے ۔ آپ جیسے قاری کیلئے نصیحت کا باعث ہو۔

اشفاق :۔ (غصہ سے) کیا کہا ! مجھ جیسے ! نصیحت !

بہن :۔ (سنبھل کر) توبہ ۔! کیا سلپ آف ٹنگ ہے ۔ نہیں، نہیں ہر قاری کیلئے۔

اشفاق :۔ سبحان اللہ ۔ کیا بلند خیالات کی لڑکی ہے ۔!

بھابی :۔ نہ صرف خیالات ہی بلند ہیں بلکہ لڑکی ہر نقطۂ نظر سے لائق انتخاب ہے۔ بس رضامندی ظاہر کیجیئے اور بات چیت کو آگے بڑھائیے کہیں ایسا نہ ہو کہ

ہماری غفلت سے لڑکی ہاتھ سے نکل جائے پھر کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔
اشفاق:۔ لیکن بھابی! (مسکراکر) ایک شرط ہے۔
بھابی:۔ وہ کیا!
اشفاق:۔ ایک اچٹتی نگاہ ہی سہی دیکھنے کا موقع مل جائے۔
بھابی:۔ شادی ہو لینے دو۔ پھر جی بھر کر دیکھ لینا۔
اشفاق:۔ نہیں۔! شادی سے قبل ہی (مسکرانے لگتا ہے)
بھابی:۔ (حیرت سے) غضب خدا کا۔ آپ بھی دیکھیں گے لڑکی کو۔!
اشفاق:۔ (مسکراتے ہوئے) کیا مضائقہ ہے۔
ماں:۔ جو خاموش بیٹھی گفتگو سن رہی تھی ایک دم بول اٹھتی ہے) پھر تو صاف یہ مطلب ہوا کہ تم کو نہ تو ماں پر بھروسہ ہے نہ تو بھابی اور بہن پر۔ پھر ہمارے لڑکی دیکھنے سے فائدہ!
اشفاق:۔ بھروسہ تو بہت ہے اماں لیکن اطمینانِ قلب بھی تو کوئی شئے ہے۔
ماں:۔ تمہارا اطمینانِ قلب تو ایک معمّہ ہے! جس کو آجتک کوئی سمجھ نہیں سکا۔ (غیض سے) بہتر ہے تم خود ہی لڑکی تلاش کرلو۔
اشفاق:۔ اماں آپ تو ناراض ہی ہوگئیں۔!
ماں:۔ ناراض نہیں ہوں گی تو کیا خوش ہوں گی! تمہاری شادی ہونے تک تو خدا ہی ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں بال تک سفید ہو جائیں گے اور تم لڑکی کی تلاش ہی کرتے رہوگے۔
(ماں کو ناراض دیکھ کر بہن اٹھتی ہے اور چپکے سے دائیں جانب سے

دروازے سے باہر نکل جاتی ہے)

اشفاق:۔ ہو جانے دیجئے بال سفید۔ لیکن میں ایسی BLIND شادی سے باز آیا۔ (اٹھ کر کمرے میں چلا جاتا ہے۔)

بہن:۔ (اس دروازے سے برآمد ہو کر) اماں کریمن بوا آرہی ہے (صوفہ پر بیٹھ جاتی ہے)

ماں:۔ (اسی موڈ میں) کیا فائدہ ہے۔ اس کی دوڑ دھوپ سے! ہمارے ساتھ اس کی محنت بھی اکارت جارہی ہے۔ اس سے کہدو کہ اپنی دوڑ دھوپ ختم کردے۔

(دائیں جانب کے دروازے سے کریمن بوا داخل ہوتی ہے)

کریمن بوا:۔ تمام بیگمات کی خدمت میں آداب بجالاتی ہوں (ہاتھ اٹھا کر سلام کرتی ہے اور تمام بیگمات بھی ہاتھ اٹھا کر سلام کا جواب دیتی ہیں)

بڑی بیگم صاحبہ کچھ خفا معلوم ہوتی ہیں۔ (اسٹول پر بیٹھ جاتی ہے)

ماں:۔ خفا کیا۔! سخت عذاب میں جان مبتلا ہے۔ اشفاق میاں اب ایک نرالی شرط پیش کر رہے ہیں۔

کریمن بوا:۔ (تجسس سے) وہ کیا۔!

ماں:۔ رضامندی سے قبل لڑکی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

کریمن بوا:۔ اوئی اللہ۔! کہیں نوشاہ کو بھی لڑکی دکھائی جاتی ہے۔!

(اشفاق اپنے کمرہ سے برآمد ہوتا ہے)

آپ کی ماں بہن اور بھابی کا دیکھنا کیا آپ کا دیکھنا نہیں ہے دولہا میاں۔

اشفاق :۔ وہ تو صحیح ہے کریمن بوا لیکن شادی تو مجھے کرنی ہے۔
کریمن بوا :۔ اس سے کون انکار کرتا ہے میاں لیکن ایسا طریقہ رائج تو نہیں ہے۔
اشفاق :۔ نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ قدیم طور طریق میں تبدیلی ہی نہیں ہونی چاہیے۔ جس طرح اور پرانے رسم و رواج بدل رہے ہیں اسی طرح ان رسومات میں بھی تبدیلی لازمی ہے۔ میرے خیال میں اب شادی سے قبل لڑکا لڑکی کو اور ایک دوسرے کو دیکھنے اور پسند کرنے کا موقع ملنا چاہیے تاکہ شادی کے بعد تلخیاں پیدا ہی نہ ہوں۔
کریمن بوا :۔ سرکار میرے۔ رفتہ رفتہ ایسا بھی ہوگا لیکن اچانک تبدیلی کیسے ممکن ہے۔ پھر اس لڑکی کے تعلق سے تو آپ کے شبہات خواہ مخواہ کے ہیں یہ لڑکی ایسی ہیں کہ حوریں شرمائیں۔
اشفاق :۔ (قدرے سوچکر) عجیب کشمکش ہے دل کا اٹل فیصلہ ہے کہ ایک نظر دیکھ لیا جائے (انداز بدل کر) پھر کریمن بوا۔ ! لڑکی کے خط و خال اور انداز و ادا سے بھی مجھے کچھ نہ کچھ اس کے مزاج اور طبیعت کا پتہ چل جاتا ہے اور جس کا چلانا بھی نہایت ضروری ہے۔
کریمن بوا :۔ (مسکراکر) تو پھر یوں کہئے کہ آپ خط کا مضمون بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر۔
اشفاق :۔ بالکل اب تم سمجھیں میرا مطلب۔
کریمن بوا :۔ لیکن میاں آپ کو لڑکی دکھانا کیسے ممکن ہے۔ یا کیا تصویر سے کام نہیں چل سکتا۔ ؟

اشفاق :- نہیں - جو بات اس میں ہے اس کی تصویر میں کہاں ہوگی ۔
کریمن بوا :- (مایوسانہ لہجہ میں) مگر وہ لوگ کیسے راضی ہوں گے دلہا کو لڑکی دکھانے کیلئے ۔ !
اشفاق :- تم چاہو تو والدین کی مرضی کے بغیر بھی لڑکی دکھا سکتی ہو ۔
کریمن بوا :- (حیرت سے) وہ کیسے ۔
اشفاق :- صرف لڑکی کی رضامندی سے کیوں کہ لڑکی ترقی پسند خیالات کی معلوم ہوتی ہے ۔ یقیناً راضی ہوجائے گی ۔
ماں :- (جو غور سے سن رہی تھی) کریمن بوا ۔ مجھے اس معاملے میں تمہاری جان کی خیر نہیں معلوم ہوتی ۔
اشفاق :- کیوں اماں ۔ اس میں کیا خطرہ محسوس کر رہی ہیں آپ !
ماں :- خطرہ ۔ خطرہ تو بہت بڑا ہے اس میں ۔ اگر لڑکی والدین سے شاطر کی شکایت کردے کہ وہ اس کو چوری سے دولہے سے ملنے کیلئے کہہ رہی ہے تب مشاطہ کی جان پر بن جائے گی ۔ ایک تو غریب کی فضیحتی ہوگی دوسرے اس کو ہمیشہ کیلئے اپنے پیشے سے ہاتھ دھونا پڑے گا ۔
اشفاق :- اماں ۔ ! میں جو چاہتا ہوں وہ نہ تو آپ خود کرتی ہیں اور نہ کسی کو کرنے دیتی ہیں ۔
ماں :- اچھا بیٹا ۔ ایک میں ہی تمہاری دشمن ہوں ۔ تو لو میں خود ہی اندر چلی جاتی ہوں ۔ (اٹھ کھڑی ہوتی ہے) بہو اور رضیہ چلو تم بھی اندر آجاؤ ۔
(بائیں جانب کے دروازے سے زنان خانے میں چلی جاتی ہے اور

پیچھے پیچھے بہو اور رضیہ بھی رخصت ہوتی ہیں ۔

اشفاق :- چلو اچھا ہی ہوا ۔ اب اطمینان سے بات چیت ہو گی ۔

ہاں تو کریمن بوا میں کہہ رہا تھا کہ صرف لڑکی کی رضامندی سے ۔

کریمن بوا :- اگر لڑکی راضی نہ ہو تو !

اشفاق :- تب بھی تم لڑکی کو دکھا سکتی ہو ۔

کریمن بوا :- (زچ ہو کر) آخر کیسے ـــ !

اشفاق :- مثلاً لڑکی پکچر دیکھنے کیلئے جائے یا اپنی سہیلیوں سے ملنے یا شاپنگ وغیرہ کیلئے نکلے تو موقع سے دکھائی جا سکتی ہے ۔

کریمن بوا :- وہ تو سچ ہے مگر موقع سے دکھلانے کیلئے پہلے مجھے علم ہونا چاہیئے کہ لڑکی کا کیا پروگرام ہے پھر آپ کا موجود رہنا ۔ غرض بڑی دردسری کا کام ہے میاں ۔

اشفاق :- ایسے وقت تم دردسری سے بھاگو گی تو کام بنے گا کیسے ۔

کریمن بوا :- (عاجز ہو کر) میاں ـــ ! میں وعدہ تو نہیں کرتی کوشش کرتی ہوں اگر کام بن گیا تو آپ کی قسمت ۔

اشفاق :- ٹالنے کی کوشش مت کرو کریمن بوا ۔ یہ کام تو تمہارے بس کا ہے دیکھو منہ مانگا انعام دوں گا ـــ ہاں ۔

کریمن بوا :- اچھا میاں کوشش کرتی ہوں (اٹھ کھڑی ہوتی ہے) آداب عرض ۔

اشفاق :- آداب ۔ (ہاتھ اٹھاتا ہے ۔)

(کریمن بوا بائیں جانب کے دروازے سے زنان خانے میں چلی

جاتی ہے اور اشفاق اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

(پہلے منظر کا ورانڈا جہاں اشفاق کی ماں اور بھابی صوفہ پر بیٹھے ہیں
کہ پردہ اٹھتا ہے)

ماں :۔ سامنے رکھے پیکدان میں تھوک کر)

بہو :۔ کریمن بوا پھر آئی نہیں ایک زمانہ ہوگیا۔

بہو :۔ میرے خیال میں تو ۔۔۔! اب تو نہیں آئے گی وہ اماں۔

ماں :۔ کیوں ؟

بہو :۔ آپ دیکھ نہیں رہے ہیں اشفاق صاحب کی شرطیں۔
بھلا کون لڑکی ہوگی جو شادی سے قبل اپنے دولہا سے ملے گی! بات چیت کریگی! اگر میرے صاحب کا بھی یہی حال رہتا تو میں سمجھتی ہوں کہ میں تو آپ کے گھر نہیں آسکتی تھی اماں۔

ماں :۔ سچ ہے بیٹا۔ لیکن یہ اشفاق کو کیا ہوگیا ہے نہیں معلوم۔ بغیر لڑکی کو دیکھے شادی کرنے سے ایسے گھبرا رہا ہے جیسے ہم لوگ اس کے دشمن ہیں۔

بہو :۔ ایسا نہیں ہے اماں ۔ دراصل اشفاق میاں کی شرارت ہے یہ جو ہم سب کو پریشان کئے ہوئے ہے۔

ماں :۔ ہاں بیٹا ۔ یہ اشفاق تو بڑا چلتا پرزہ نکلا ہے۔

کریمن بوا :۔ (دائیں دروازے سے داخل ہوتی ہے) خاتون عالیہ کی خدمت میں آداب بجالاتی ہوں۔ (جواب میں دونوں ہاتھ اٹھاتی ہیں)

ماں :۔ اوہو کریمن بوا۔ آؤ آؤ بڑی عمر پائی ہو ۔ کان پکڑ لو ۔ ابھی تمہارا ہی ذکر چل رہا تھا۔

کریمن بوا :۔ اچھا (بیٹھ جاتی ہے) لائیے بیگم صاحبہ پہلے مٹھائی کھلائیے۔ کہاں ہیں دولہا میاں۔

اشفاق :۔ (دور سے آواز سنائی دیتی ہے) آرہا ہوں (اپنے کمرہ سے برآمد ہوتا ہے) کیا ہے کریمن بوا۔ تمہارا انتظار کرتے کرتے تو ہم لوگ تھک چکے تھے۔! کہاں کھو گئیں تھیں؟

کریمن بوا :۔ کیا کروں میاں آپ نے ایسی ڈیوٹی لگائی تھی کہ حواس ہی گم تھے آخر تنگ آکر لڑکی والوں سے آپ کی خواہش ظاہر کردی۔ پہلے تو وہ لوگ سخت برہم ہوئے۔ میں سمجھی کہ اب معاملہ یہیں ختم ہے۔ پھر آپس میں کیا رائے مشورہ کئے نہیں معلوم۔ آج مجھے بلا کر کہا کہ لڑکے کو لڑکی دکھا دی جائے گی۔

ماں :۔ (سخت متعجب ہوکر) راضی ہوگئے وہ۔! (اپنے آپ سے) واہ کیا زمانہ آگیا ہے۔ گویا اب ہم لوگوں کی درمیان میں آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

بہو :۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا کیا ہے! اب وہ زمانہ آنیوالا ہے اماں جان کہ انگریزوں کی طرح ہمارے یہاں بھی قبل از شادی لڑکا لڑکی کی باضابطہ

کورٹ شپ ہونے لگے گی۔
اماں:۔ اچھا ہے۔ جب تک ہم زندہ نہیں رہیں گے بہو۔ بے حیائی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔
بھابی:۔ اور اشفاق میاں کا نام تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جائیگا۔
کریمن بوا:۔ (اترا کر) کیا میرا نام بھی تاریخ میں آئے گا دولہا میاں؟
اشفاق:۔ کیسے نہیں۔ تمہارا نام تو پہلے آئیگا کریمن بوا کیوں کہ تم نے وہ کارنمایاں انجام دیا ہے جو آج تک کسی مشاطہ سے بن نہیں پڑا۔
کریمن بوا:۔ (خوش ہوکر) تو پھر لائیے سرکار ہمارا منہ مانگا انعام۔
اشفاق:۔ وہ تو یقیناً ملے گا لیکن ذرا۔۔۔۔۔۔ لڑکی۔۔۔۔۔ دیکھ لینے۔۔۔۔۔۔ (ہنستا ہے)
کریمن بوا:۔ آپ کچھ بھی کہئے بیگم صاحب۔! میں تو ایسا دولہا آج تک نہیں دیکھی (ہنستی ہے) (بھابی اور ماں بھی ہنستی ہے)
اشفاق:۔ ہاں تو کریمن بوا پھر کب چلیں گی لڑکی کو دیکھنے کے لئے۔!
کریمن بوا:۔ اتوار کے دن۔ یہی طے پایا ہے۔ احتیاطاً میں کل بھی وہاں جاکر کہدیتی ہوں کہ آپ اتوار کو آرہے ہیں لیکن ذرا حجامت وجامت بناکر عمدہ لباس میں آئیے گا۔
اشفاق:۔ میرے کپڑوں کی تم فکر مت کرو۔ یہ کام تو خود میرا ہے اور وہاں ٹھیک وقت پر پہنچ جاؤں گا۔
کریمن بوا:۔ اچھی بات ہے میں پہلے ہی سے وہاں موجود رہوں گی لیکن

آپ پانچ کی بجائے ساڑھے پانچ یا چھ مت بجائیے۔

اشفاق:۔ تم یقین رکھو۔ میں جب وہاں پہنچوں گا ٹھیک پانچ ہی بج رہے ہوں گے۔

کرمین بوا:۔ تو اب میں چلتی ہوں۔ (اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔)

اشفاق:۔ اچھا۔

(کرمین بوا سب کو سلام کر کے دائیں جانب کے دروازے سے چلی جاتی ہے)

ماں:۔ چلو اچھا ہوا۔ ہم سے پیچھا چھوٹا۔ اب یہ جانے اور کرمین بوا جانے۔

(اشفاق اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے)

بہو:۔ اچھا ہوا اماں کہ ہم بری الذمہ ہو گئے۔ ورنہ اشفاق میاں تو ہر معاملے میں ٹانگ اڑا بیٹھتے ہیں۔

(ماں اور بہن بھی بائیں جانب کے دروازے سے زنان خانے میں چلی جاتی ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

تیسرا منظر

لڑکی والوں کا صوفہ سٹ سے آراستہ کمرہ ہے شمالی دیوار سے ایک گھڑی لگی ہے جس میں پانچ بجنے والے ہیں۔ دائیں جانب ایک دروازہ ہے جو باہر کھلتا ہے۔ بائیں جانب ایک دروازہ ہے جو زنان خانے میں کھلتا ہے جس پر پردہ پڑا ہوا ہے جیسے پردہ اٹھتا ہے

کریمن بوا زنان خانے سے داخل ہوتی ہے۔

کریمن بوا:۔ (گھڑی کی طرف دیکھ کر اپنے آپ سے) پانچ بج رہے ہیں۔ دولہا میاں اب آتے ہی ہوں گے۔

(دائیں جانب کے دروازے سے باہر نکل جاتی ہے پھر لڑکی کا بڑا بھائی سلیم بائیں جانب کے دروازے سے داخل ہوتا ہے اور صوفہ سٹ پر بیٹھ جاتا ہے)

کریمن بوا:۔ (داخل ہوکر) دولہا میاں آرہے ہیں۔

سلیم:۔ (اٹھ کر دروازے تک پہنچتا ہے کہ اشفاق آملتا ہے)

شفاق:۔ اسلام وعلیم۔

سلیم:۔ وعلیکم السّلام۔ تشریف لائیے۔

(دونوں صوفہ سٹ پر بیٹھ جاتے ہیں اور کریمن بوا زنان خانے میں چلی جاتی ہے۔)

سلیم:۔ (بغور دیکھ کر سکوت کو توڑتے ہوئے آپ کی HOBY کیا ہے۔

شفاق:۔! ہابی ۔! کوئی خاص نہیں ۔ یہی فرصت کے اوقات میں پکچر دیکھنا اور کتب کا مطالعہ۔

سلیم:۔ مطالعۂ کتب میں آپ کا پسندیدہ سبجکٹ کونسا ہے۔

شفاق:۔ لٹریچر اور پالیٹکس۔

(زنان خانے سے ملازمہ مٹھائی کے ٹرے لئے داخل ہوتی ہے اور میز پر رکھ کر واپس چلی جاتی ہے۔

پھر پانی کا جگ اور گلاس لیے داخل ہوتی ہے اور میز پر۔۔۔۔ رکھ کر واپس چلی

جاتی ہے۔

سلیم :۔ بسم اللہ۔ شروع کیجئے۔ (پلیٹ آگے بڑھاتا ہے)

(اشفاق اور سلیم ایک ایک دودھ پیڑا اٹھا کر کھانے لگتے ہیں)

سلیم :۔ حیرت ہے کہ آج کے دور میں سائنس سے کوئی دلچسپی نہیں آپ کو۔

اشفاق :۔! (ہنستا ہے) کیوں نہیں! ضرور ہے لیکن سائنسی کتب آسانی

سے دستیاب نہیں ہوتیں۔ بڑی قیمتی ہوتی ہیں۔ بی بی سی سے

سائنس کا پروگرام ضرور سنتا ہوں۔

سلیم :۔ اچھا۔! (پلیٹ بڑھا کر) لیجئے۔ اطمینان سے کھائیے۔

(مسکرا کر) آپ تو لڑکیوں جیسا تکلف کر رہے ہیں)

اشفاق :۔ میں لڑکی تھوڑا ہی ہوں۔ جو لڑکیوں جیسا شرماؤں۔

بات یہ ہے میں مٹھائی کم ہی کھاتا ہوں۔

سلیم :۔ کم از کم آج تو۔۔۔۔! (خاموش ہو جاتا ہے)۔

اشفاق :۔ کیوں نہیں۔! ضرور (ٹرے سے حلوہ سوہن اٹھا لیتا ہے)۔

سلیم :۔ گیمس سے کوئی دلچسپی نہیں آپ کو۔!

اشفاق :۔ ضرور ہے۔

سلیم :۔ کونسے گیمس مرغوب ہیں؟

اشفاق :۔ فٹ بال، ہاکی، کرکٹ غرض مختلف گیمس۔

سلیم :۔ آپ کونسا گیم کھیلتے ہیں؟

اشفاق :۔ ٹیبل ٹینس ۔

سلیم :۔ صرف ٹیبل ٹینس ہی ۔

اشفاق :۔ اور تو کوئی کھیل کھیلنے کا موقع نہیں ملتا ۔ ٹیبل ٹینس کلب میں پڑا رہتا ہے کھیل لیتے ہیں ۔

(اشفاق جگ سے پانی لیکر پیتا ہے اور رک جاتا ہے ۔)

سلیم :۔ ارے رک گئے آپ تو ۔ !

اشفاق :۔ بس ۔ !

سلیم :۔ (سلیم بھی جگ میں پانی لیکر پیتا ہے پھر پکارتا ہے) گلشن ۔ !

(گلشن زنان خانے سے برآمد ہوتی ہے)

سلیم :۔ جلدی سے چائے لے آؤ ۔

گلشن :۔ اچھا ۔ ! (جلدی ۔ جلدی ۔ پلیٹیں ٹرے میں رکھ کر چلی جاتی ہے پھر ٹرے میں چائے کا سٹ لئے برآمد ہوتی ہے اور ٹرے سے سٹ نکال کر سامنے پڑے میز پر رکھ دیتی ہے ۔

(سلیم سٹ سے دو کپیں چائے بناتا ہے اور ایک کپ اشفاق کی طرف بڑھاتا ہے)

سلیم :۔ لیجئے (اور خود ایک کپ اٹھا لیتا ہے ۔)

اشفاق :۔ (چائے کی ایک چسکی لے کر) چائے تو بڑی لذیذ ہے آپ کے یہاں کی !

سلیم :۔ پھیکی تو نہیں !

اشفاق :- نہ پھیکی ہے نہ میٹھی ۔ بڑی مزیدار ہے۔

سلیم :- شکریہ ۔

(چائے پی کر دونوں پیالیاں ٹیبل پر رکھ دیتے ہیں۔ گلشن چائے کا سٹ ٹرے میں رکھ کر زنان خانے میں چلی جاتی ہے ۔)

سلیم :- میں ابھی آیا (اٹھ کر زنان خانے میں چلا جاتا ہے ۔)

دوسرے لمحے پردہ ہٹتا ہے اور ایک خوبصورت نازک اندام لڑکی دیدہ زیب لباس میں ملبوس لجاتی مسکراتی داخل ہوتی ہے اس کو آتا دیکھ کر اشفاق سٹ سے اٹھ جاتا ہے ۔

لڑکی :- آداب عرض ۔

لڑکا :- آداب ۔ (دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

لڑکی :- میں وہی خوش نصیب لڑکی ہوں جس کا انٹرویو لینے کے آپ مشتاق تھے ۔

اشفاق :- (سر سے پا تک بغور دیکھ کر) ماشاء اللہ جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا ۔

لڑکی :- یعنی !

اشفاق :- یعنی ---- کہ آپ ملکہ حسن ہیں ۔

لڑکی :- واقعی ۔ !

اشفاق :- واللہ ۔ بقول بھابی صاحبہ کے ؎

سر سے پا تک جہاں کہیں دیکھو ∴ ہر ادا کہتی ہے یہیں دیکھو ۔

لڑکی :۔ (لجاتے ہوئے) تو ۔۔ تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا۔۔۔
اشفاق :۔ میں آپ کو پسند کر چکا ہوں۔
لڑکی :۔ شکریہ ۔ نوازش ۔۔ جان میں جان آئی کہ انٹرویوں میں کامیاب ہوگئی ۔ ورنہ آجکل انٹرویو تو برائے نام ہی ہوتے ہیں ۔ اب مزید شرائط سے آگاہ کیجئے گا۔
اشفاق :۔ یعنی ۔۔ !
لڑکی :۔ جوڑے کی کیا رقم چاہیئے وغیرہ وغیرہ ۔
(جوڑے کی رقم کے متعلق سنتے ہی اشفاق کے کان کھڑے ہو گئے)۔
اشفاق :۔ اس کے متعلق تو آپ کے اور ہمارے والدین بات چیت کر لیں گے ۔
لڑکی :۔ لیکن شادی تو ہمیں کرنا ہے ۔
اشفاق :۔ واللہ ۔ بڑی ترقی پسند لڑکی ہیں آپ تو ۔ !
لڑکی :۔ اس میں کیا شبہ ہے یہی نہیں والدین نے تو یہاں تک اجازت دے رکھی ہے کہ سارے معاملات میں خود ہی طے کر لوں ۔
اشفاق :۔ (حیرت سے) کمال ہے ۔ بڑے روشن خیال ہیں آپ کے والدین بھی ۔
لڑکی :۔ جی صاحب ۔۔ ! روشن خیالی کا کیا پوچھتے ہیں آپ ۔ موجودہ زمانے سے کم از کم پچیس سال آگے ہیں ہم لوگ ۔
اشفاق :۔ پچیس سال آگے ۔۔ واللہ عجیب اتفاق ہے ۔ بلکہ میرے

لئے کماں مسرت ہے کہ میں جیسے خاندان میں رشتہ چاہتا تھا ویسا خاندان مل گیا۔

لڑکی:۔ شکریہ عزت افزائی کا۔ ہاں تو شرائط سے آگاہ کیجئے گا۔

اشفاق:۔ اور شرائط (قدرے سوچکر) دیکھئے بات یہ ہے کہ — خود میرے ذہن میں شرائط کی تفصیلات واضح نہیں ہیں۔ جلد ہی فہرست بھی دی جائے گی آپ کے یہاں۔

لڑکی:۔ دیکھئے آپ پھر تکلف سے کام لے رہے ہیں آپ کے اور میرے درمیان جو بات طے ہوگی وہ ہر حالت میں بہتر ہوگی۔

اشفاق:۔ (جب آپ بے تکلف ہوگئیں تو میرا تکلف کیسا) واقعہ یہ ہے کہ دیگر اشیاء کے بارے میں ابھی ہم لوگ کچھ سوچے نہیں۔

لڑکی:۔ کم از کم ان اشیاء کا تو ذکر کر دیجئے جو خاص طور پر آپ کے استعمال میں آئیں گی۔

اشفاق:۔ دیکھئے (رک کر) جوڑے کی رقم دس ہزار تو دی جا رہی ہوگی۔

لڑکی:۔ جی —!

اشفاق:۔ ریڈیو سٹ اور سوٹ واچ تو مل ہی رہے ہوں گے۔

لڑکی:۔ یقیناً

اشفاق:۔ ایک Transistor بھی مل جائے تو ٹورس TOURS میں سہولت ہوگی۔

لڑکی:۔ ٹھیک ہے۔

اشفاق :- آفس بہت دور ہے ایک SCOOTAR کی امید رکھ سکتا ہوں۔

لڑکی :- شوق سے ۔

اشفاق :- آفس میں کام بہت رہتا ہے روزانہ کچھ نہ کچھ کام مجھے گھر پر کرنا پڑتا ہے کیا ایک ٹائپ رائٹر کی امید کی جا سکتی ہے ۔

لڑکی :- کیوں نہیں ۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں ٹائپسٹ بھی ہوں اور فی منٹ sixty wards میری speed ہے ۔

اشفاق :- اچھا ۔ تو گویا سونے پر سہاگہ بھی ہے ۔

لڑکی :- جی ۔ ! مزید کوئی حکم ۔

اشفاق :- اور تو کچھ نہیں (مسکرا کر) ہاں اگر آپ کی طرف سے مزید کوئی شئی ملے تو شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی ۔

لڑکی :- ضرور ہوگی ۔

اشفاق :- (مسکرا کر) اب آپ اپنی شرائط سے آگاہ کیجئے ۔

لڑکی :- لڑکیوں کی شرائط ہی کیا ہوتی ہیں عہد حاضر میں ان کا اکھڑ جانا ہی غنیمت ہے ۔ ویسے میری کوئی خاص شرائط بھی نہیں ہیں ۔

اشفاق :- آخر کچھ تو ہوگی ۔

لڑکی :- نہیں (مسکرا کر) کوئی شرط نہیں ہے میری ۔

اشفاق :- واللہ ۔ عجیب لڑکی ہیں آپ بھی ۔ کچھ تو کہئے ۔

لڑکی :- کچھ ہے نہیں تو کیا کہوں ۔ ؟

اشفاق :- میری خواہش ہے کہ آپ کچھ کہئے ۔

لڑکی :۔ آپ صاف گوئی کا برا تو نہیں مانتے ۔

اشفاق :۔ قطعاً نہیں ۔ بھلا صاف گوئی کو کون برا سمجھے گا ۔ یہ وہ شئی ہے جو نفس معاملہ کو آئینہ بنا دیتی ہے ۔

لڑکی :۔ واقعی ۔ !

اشفاق :۔ بالکل ۔

لڑکی :۔ (سنجیدہ ہوکر) تو ۔۔ تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں آپ کو پسند نہیں کر سکی ۔ کیوں کہ آپ کا رنگ ذرا سیاہ ہے اور طبیعت میں لالچ پایا جاتا ہے ۔

(قدرے بلند آواز سے) آپ تشریف لے جا سکتے ہیں (لڑکی اٹھ کر زنان خانے میں چلی جاتی ہے اور فضاء پر حیرت کے عالم میں سناٹا چھا جاتا ہے !

اشفاق :۔ (حیرت کے عالم میں) عجیب لڑکی ہے گویا ماؤنٹ ایورسٹ پر چڑھا کر وہاں سے مجھے نیچے دھکیل دیا ۔ خوب سبق دیا ہے ۔ !

(جیب سے رومال نکال کر پسینہ پوچھتا ہے ۔ اٹھ کھڑا ہو کر در و دیوار پر نظر ڈالتا ہے اور لڑکھڑاتا ہوا باہر نکل جاتا ہے)

تازیانہ

کردار

شوکت :ــــــــــ عمر ۲۶ سال
سلیمہ :ــــــــــ شوکت کی خوبصورت بیوی عمر ۲۲ سال
آفتاب :ــــــــــ شوکت کا ہم عمر دوست
آمنہ :ــــــــــ آفتاب کی بیوی
اعجاز :ــــــــــ شوکت کا دوست
سلیمہ کے ماں باپ

پہلا منظر

ڈرائنگ روم جو صوفہ سٹ اور قد آدم آئینہ سے سجا ہوا ہے جب وہ اٹھتا ہے تو سلیمہ بنے سنورے ہر زاویہ سے اپنے آپ کو قد آدم آئینے میں دیکھتے ہوئے گنگنا رہی ہے ۔

الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو

مکرر ـــ جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو ۔

(کابینٹ کے دروازے سے شوکت کمرے میں داخل ہوتا ہے اور سلیمہ کے قریب جا کر بغور دیکھنے لگتا ہے جیسے ہی سلیمہ کی نظر اس پر پڑتی ہے پلٹتی ہے)۔

سلیمہ :- اف — اب آئے ہیں آپ دفتر سے! میں کب سے انتظار کر رہی ہوں آپ کا۔

شوکت :- کیوں؟ خیریت تو ہے۔!

سلیمہ :- خیریت —! اچھا تو یہ کہئے یہ ساڑی کیسی ہے۔؟

شوکت :- (ہاتھ میں لیکر دیکھتے ہوئے) ساڑی تو — بہت اچھی ہے (تھوڑی دیر رک کر) لیکن اس سے اچھی ساڑیاں بھی تمہارے پاس موجود ہیں۔ (دونوں صوفہ پر بیٹھ جاتے ہیں)

سلیمہ :- (ادا کے ساتھ) کل شہناز اپنے ساتھ بازار گھسیٹ لی گئی تھی مجھے اس ساڑی کا ڈیزائن بہت پسند آیا تو لے آئی۔

شوکت :- بہت اچھا کیا۔ ہر نئی چیز کی خریداری کیلئے کوئی نہ کوئی جواز نکل آتا ہے — اور تم خریدنے پر مجبور ہو جاتی ہو — کیوں؟۔

سلیمہ :- (شوق سے) بالکل۔

شوکت :- (ناراض ہوکر) اور اگر تمہاری شاپنگ کا یہی حال رہا سلیمہ تو وہ دن دور نہیں کہ ہماری زندگی سے کچھ چھن جانے لگا۔

سلیمہ :- (حیرت سے) ایسی کیا شاپنگ ہے میری!

شوکت :- اپنے ہی دیکھو نا — اتنی بہت سی ساڑیاں گھر میں موجود ہیں

پھر بھی تم نئی ساڑی لے آئیں ۔

سلیمہ :۔ تو کیا ہوا ۔ فیشن کے لحاظ سے تو چیزیں خریدنی ہی پڑتی ہیں ۔

شوکت :۔ (جذبات میں آکر) جب دیکھو فیشن ! فیشن ! فیشن یہ فیشن تو....

(جھنجھلا کر رہ جاتا ہے)

سلیمہ :۔ (سنجیدہ ہو جاتی ہے) کہئے رک کیوں گئے ؟ ۔

شوکت :۔ ہمیں تباہ کر دیگا ۔

سلیمہ :۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی ـــ !

شوکت :۔ ہمیں برباد کر دے گا ۔

سلیمہ :۔ تو آپ کا مطلب ہے کہ میں ایک دیہاتی عورت کی زندگی گذاروں ـ !

شوکت :۔ کون کہتا ہے کہ دیہاتی عورت بن جاؤ ! لیکن ہر چیز کی حد ہوتی ہے اور تمہاری شاپنگ تو حد سے گذر چکی ۔

سلیمہ :۔ (حیرت سے) حد سے گذر چکی ـــ ! (جذبات میں آکر) کبھی آپ نے دیکھی کہاں ہے میری شاپنگ ! جب میں کنواری تھی تو لگاتار شاپنگ کیا کرتی تھی ۔ پپّا نے کبھی میری کوئی خواہش رد نہیں کی ۔

شوکت :۔ تمہارے پپّا نے فضول ہی شادی کی تمہاری ۔ تم کو ابھی میری نہیں پپّا کی ضرورت ہے ۔

سلیمہ :۔ جب شوہر اپنے فرائض ترک کر دیتے ہیں تو لڑکیوں کو ماں باپ ہی یاد آتے ہیں ۔

شوکت :۔ تم الٹا مجھ پر الزام لگا دیتی ہو۔

سلیمہ :۔ بالکل ۔ خیر چھوڑیئے اس قصّے کو (مسکرا کر) آپ کو یہی شکایت ہے نا کہ میں بے حد فضول خرچ ہوں ۔

شوکت :۔ بالکل ۔

سلیمہ :۔ اور آپ کا سارا روپیہ شاپنگ کی نذر کر دیتی ہوں ۔

شوکت :۔ قطعی ۔

سلیمہ :۔ ہمارا بہت سا خرچ بچ جائے گا اگر ہم ممّا کے ہاں رہ جائیں ۔ اس بارے میں انہوں نے کئی بار مجھ سے کہا بھی ہے ۔

شوکت :۔ میں سسرال میں رہائش کو اپنی توہین سمجھتا ہوں ۔

سلیمہ :۔ یہ آپ کا وہم ہے ۔ شاندار بلڈنگ میں رہنے سے ہمارا وقار اور بلند ہو جائے گا ۔ اور کبھی کبھی ہم پپّا کی کار میں بھی گھوم سکیں گے ۔

شوکت :۔ ایسے وقار کو میرا دور سے ہی سلام ۔

سلیمہ :۔ آپ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے ۔ مکان کا کرایہ بچ بچا کر ہمارا بنک بیلنس بہت اچھا ہو جائے گا جو نہ صرف حال بلکہ خوش آئند مستقبل کی بھی ضمانت ہوگا ۔

شوکت :۔ کہدیا ناکہ مجھے ایسی خوشحالی پسند نہیں ۔

سلیمہ :۔ تو یوں بھی آپ کی پریشانی کو دور کیا جا سکتا ہے ۔ آئندہ سے آپ میرے ہاتھ میں ایک پیسہ بھی مت دیجئے میں اپنا جیب خرچ ممی سے لے لیا کروں گی ۔

شوکت :- (چڑ کر) تم ہمیشہ مجھ پر کبھی ممی کا کبھی پپّا کا دھونس جما کر میرے
ل پر چرکے لگاتی رہتی ہو۔

(ملازم ٹرے میں چائے لئے آتا ہے)

شوکت :- یوسف میں ابھی چائے نہیں پیوں گا۔
سلیمہ :- میں بھی نہیں پیوں گی واپس لے جاؤ۔

(یوسف دونوں کو گرم دیکھتے ہوئے چائے کی ٹرے لئے واپس ہو جاتا
ہے) دوسرے لمحہ گھر پر موٹر کا ہارن بجتا ہے۔

سلیمہ :- توبہ ــ! آپ کی باتوں میں الجھ کر میں یہ کہنا بھول ہی گئی کہ ممّی
نے فون کیا تھا کہ وہ موٹر بھیج رہی ہیں ــ تیار ہو جائیے گا۔
شوکت :- کیوں؟۔
سلیمہ :- لندن سے رفیق چاچا اور چاچی آئے ہیں ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔
شوکت :- میں نے آفتاب اور مسز آفتاب کو چائے پر مدعو کیا ہے وہ آتے
ہوں گے ہم ان کے ساتھ چائے پی کر چلیں گے۔
سلیمہ :- وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے کہیں بیزار ہو کر چلے نہ جائیں۔
ں لئے میں چلتی ہوں آپ ان لوگوں کیساتھ چائے پی کر آئیے گا۔

(اٹھ کر زنان خانے میں چلی جاتی ہے اور دوسرے منٹ ہیٹ
ـ لئے لوٹ آتی ہے)۔

سلیمہ :- (رک کر) تو جا رہی ہوں ــ!
شوکت :- خدا حافظ۔

سلیمہ :۔ خدا حافظ ۔ میں کار واپس کر رہی ہوں جلد آجایئے گا ۔
شوکت :۔ (روٹھ کر) میں نہیں آؤں گا ۔
سلیمہ :۔ (مسکرا کر) کیسے نہیں آئیں گے ۔ کچے دھاگے میں بندھے آئیں گے سرکار مرے ۔

(چلی جاتی ہے)

شوکت :۔ (اپنے آپ سے) دنیا سمجھتی ہے کہ میں دولتمند گھر کی لڑکی سے شادی کر کے خوش ہوں لیکن میں اپنے دل کے زخم کس کو دکھا سکتا ہوں ۔

دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا
آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا

(کپڑے تبدیل کر کے صوفے پر دراز ہو جاتا ہے لیکن دوسرے منٹ یوسف آکر جگا دیتا ہے)

یوسف :۔ صاحب آفتاب میاں اور ان کی بیگم صاحبہ آرہے ہیں ۔
(شوکت اٹھ بیٹھتا ہے اور تولیہ کاندھے پر ڈال کر زنان خانے میں چلا جاتا ہے دوسرے منٹ تولیہ سے منہ ہاتھ پوچھتے ہوئے واپس آتا ہے)

شوکت :۔ یوسف چائے وغیرہ سب تیار ہے نا ۔
یوسف :۔ بالکل تیار ہے ۔
(باہر سے آفتاب اور مسز آفتاب مسکراتے ہوئے داخل ہوتے ہیں)
آفتاب :۔ السلام علیکم ۔

(مسس آفتاب ہاتھ اٹھا کر سلام کرتی ہے)

شوکت :۔ وعلیکم السّلام ۔ بڑی دیر کی مہربان آتے آتے ۔

آفتاب :۔ (تمام صوفہ پر بیٹھ جاتے ہیں) ہاں بھئی ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا ۔ یعنی (بیوی کی طرف اشارہ کر کے) ان کی کچھ سہیلیاں آ گئیں تھیں ۔ خاطر مدارات میں دیر ہو گئی ۔

آمنہ :۔ (بے چین ہو کر) سلیمہ کہاں ہے ۔

آفتاب :۔ ہاں بھئی بھابی کہاں ہیں ۔

شوکت :۔ (ٹھنڈی سانس لیکر) میکے گئی ہیں ۔

آفتاب :۔ میکے ۔ تم نے تو کہا تھا کہ گھر پر ہی ہیں ۔

شوکت :۔ ابھی ابھی گئی ہیں ۔ ان کے چاچا اور چاچی لندن سے آئے ہیں ۔ ان سے ملنے کیلئے ماہی بے آب نظر آ رہی تھیں ۔ ! چلی گئیں ۔

آمنہ :۔ آپ نے کہا نہیں کہ ہم لوگ آ رہے ہیں ۔

شوکت :۔ میں نے بہت کچھ کہا مگر سننے والا کون ہے ۔ ؟ کہدیا کہ آپ بعد میں آئیے گا اور چلی گئیں ۔

آفتاب :۔ میرے خیال میں تم لوگوں کے دل ابھی ملے نہیں زن و شوہر کے خیالات میں جو ہم آہنگی پائی جانی چاہیئے وہ تمہارے یہاں نہیں ۔

آمنہ :۔ شادی ہو کر پانچ سال ہو رہے ہیں اب کب ہوگی ہم آہنگی ۔

شوکت :۔ میں بھی یہی کمی محسوس کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے میں جاذب ہو جائیں ۔ لیکن میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی ۔

آفتاب :۔ آخر بات کیا ہے۔

(یوسف ٹرے میں فروٹس وغیرہ لاکر سامنے رکھ دیتا ہے)۔

شوکت :۔ لو بھئی اٹھاؤ۔

(سب ایک ایک سیب اٹھا کر کھانے لگتے ہیں۔)

آمنہ :۔ اگر آپ سلیمہ ہوتی تو کتنا لطف آتا۔!

شوکت :۔ ہماری تقدیر میں یہ لطف کہاں بھابی۔ یہ لطف تو آپ لوگوں کی زندگی میں ہے۔

آفتاب :۔ ہاں بھئی میں تو بہت مطمئن ہوں اپنی زندگی سے جب میں تھک تھکا کر آفس سے گھر آتا ہوں تو آمنہ مسکرا کر میرا استقبال کرتی ہے۔

پھر ہم دونوں ملکر چائے پیتے ہیں۔ ہنسی دل لگی ہوتی ہے یقین مانو میری ساری تھکن دور ہو جاتی ہے۔

شوکت :۔ میں ایسی ازدواجی زندگی سے تو محروم ہی رہا۔ اب تو میں سلیمہ سے بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کہیں الٹا جواب نہ ملے۔

(یوسف ٹرے میں چائے کا سامان لئے آتا ہے اور سامنے رکھ دیتا ہے شوکت تین کپ چائے آگے بڑھا کر ایک کپ خود اٹھا لیتا ہے۔ تینوں چائے پینے لگتے ہیں)

آفتاب :۔ (چائے کی چسکی لیکر) شوکت تمہاری زندگی میں ایک خلا ہے جس کو پُر کرنے کی ضرورت ہے اگر برا نہ مانو تو ایک مشورہ دوں۔

شوکت :۔ شوق سے۔

آفتاب :۔ دوسری شادی کرلو ۔

شوکت :۔ (حیرت سے) دوسری شادی ؟ ۔

فتاب :۔ بالکل ۔ اور کوئی صورت نہیں زندگی میں سکون پیدا کرنے کی

وکت :۔ یہ کیا کہہ رہے ہو آفتاب ؟ ۔

فتاب :۔ بالکل سچ کہہ رہا ہوں ۔ تم ابھی اچھی طرح سوچ لو ۔

وکت :۔ (قدرے سوچکر) ہے کوئی لڑکی آپ کی نظر میں ؟ ۔

فتاب :۔ کیوں نہیں ! یہیں (آمنہ کی طرف اشارہ کرکے) ان کی چھوٹی بہن

ہے ۔ اسی سال بی ۔ اے کیا ہے اور بڑی ہنس مکھ ہے ۔

منہ :۔ (چونک کر) لیکن ممی شادی شدہ مرد کو دینے کیلئے راضی نہیں ہوں گی

تاب :۔ (آمنہ کو آنکھ مار کر) تمہاری ممی کو راضی کرنا میرا ذمہ ۔ پہلے یہ تو رضیہ

پسند کرلیں ۔

لت :۔ تو کیا ایک نظر ! میں رضیہ کو دیکھ سکتا ہوں ۔

تاب :۔ شوق سے ۔ اتوار کو وہ ہمارے گھر آرہی ہے آپ بھی آجائیے

ئے پر ۔ ملاقات بھی ہو جائے گی ۔ اگر آپ کی طبیعت خوش نہ ہو جائے

برا نام آفتاب نہیں ۔

ت :۔ پھر تو میں ضرور آرہا ہوں ۔

تاب :۔ ضرور آئیے گا ۔ ہم منتظر ہی رہیں گے ۔

:۔ اچھا تو ہم چلتے ہیں ۔ آپ کو دیر ہو رہی ہے ۔

ت :۔ اچھا ۔

(سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آفتاب اور مس آفتاب خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ شوکت بھی زنان خانے میں چلا جاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

وہی ڈرائنگ روم ۔ دن کا ایک بجا ہے دائیں جانب کی روشن دانیوں سے کمرے میں ہلکا ہلکا دھنواں داخل ہو رہا ہے ۔ بائیں جانب کے دروازے سے اعجاز داخل ہوتا ہے ۔

اعجاز :۔ (دھوئیں کو دیکھ کر) ارے یہ دھنواں دھنواں کیا ہے ۔ ؟

شوکت :۔ (آنکھیں سُرخ بال پریشان کمرے میں داخل ہوتا ہے) یار لکڑیاں گیلی ہیں جلتی ہی نہیں ۔

اعجاز :۔ (بیٹھ جاتا ہے) تو اسٹو جلاؤ ۔

شوکت :۔ (بالمقابل بیٹھ کر) اسٹو بھی خراب ہو گیا ہے ۔

اعجاز :۔ ہیٹر جلاؤ ۔

شوکت :۔ اس کو بھی ماما نے خراب کر دیا ہے ۔

اعجاز :۔ لیکن تم کیوں چولہے کے پاس بیٹھے ہو ۔ ! ماما کہاں ہے، بھابی کہاں ہیں ، ملازم کہاں ہے ؟ ۔

شوکت :۔ تمہاری بھابی میکے بیٹھ گئی ہیں ۔ ماما اور ملازم نے اسٹرائک کی

ہے ۔!

اعجاز :۔ اسٹرائیک ۔ کیوں ؟

شوکت :۔ ان کا مطالبہ ہے کہ تنخواہ بڑھائی جائے ۔

اعجاز :۔ ہاں یار بڑھا ہی دو اس بڑھتی ہوئی مہنگائی نے تو جینا دو بھر کر دیا ہے ۔

شوکت :۔ مجھے کب انکار ہے ۔ تمہاری بھابی کی فضول خرچی نے پریشان کر دیا ہے ورنہ میں کب کے بڑھا دیا ہوتا ۔

اعجاز :۔ کسی طرح بڑھا ہی دو ۔ ارے ہاں ! خالہ ماں کہاں ہیں ۔

شوکت :۔ وہ گاؤں گئی ہوئی ہیں ۔ اس لئے تو چولہے کے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔

اعجاز :۔ اماں ۔ بجھاؤ ۔ چولہا ۔ گیلی لکڑیوں سے پکوان ہو چکا ۔ چلو ہوٹل چلیں ۔

شوکت :۔ اچھا بھئی چلو ۔ ذرا کپڑے بدل لوں ۔

اعجاز :۔ شوق سے ۔

(شوکت کپڑے بدلنے کیلئے اندر چلا جاتا ہے ۔ اعجاز پاس پڑا ہوا اخبار اٹھا کر پڑھنے لگتا ہے ۔ شوکت کپڑے بدل کر داخل ہوتا ہے)۔

شوکت :۔ اعجاز ! میں تو بہت پچھتایا یار یہ شادی کر کے ۔

(صوفہ پر بیٹھ جاتا ہے)

اعجاز :۔ (اخبار باز و رکھ کر حیرت سے) کیوں تمہیں تو خوبصورت بیوی ملی ہے ۔!

شوکت :۔ خوبصورت ہوئی تو کیا ہوا ! امیر گھر کی لڑکی ہے میری پرواہ ہی نہیں کرتی :۔ ذرا ذرا سی بات پر روٹھ جاتی ہے اور میکے جاکر بیٹھ جاتی ہے خود جاکر جب تک منا یا نہ جائے لوٹتی ہی نہیں ۔ میں تو ناز اٹھاتے اٹھاتے تنگ آگیا ہوں اور اب تو مقروض بھی ہو چکا ہوں ۔

اعجاز :۔ ارے ۔ ! ابھی تو تم دو ہو جب دو چار بچے ہو جائیں گے تو کیا حال ہوگا تمہارا ۔ !

شوکت :۔ اس تصور سے تو میں کانپ جاتا ہوں ۔ بھیانک مستقبل آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے ۔

اعجاز :۔ اسی لئے میرے یار بزرگوں کا قول ہے کہ لڑکی دینا بڑے گھر میں اور لڑکی بیاہ لانا نسبتاً چھوٹے گھر کی ۔

شوکت :۔ واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی ۔

اعجاز :۔ تو سزا ابھی بھگتو ۔

شوکت :۔ لیکن اب سزا نا قابل برداشت ہے یار ۔

اعجاز :۔ یہ عمر قید ہے پیارے ۔ اس سے نجات ممکن نہیں ۔

شوکت :۔ کیوں نہیں ؟ ہے ایک صورت ۔ !

اعجاز :۔ کونسی !

شوکت :۔ دوسری شادی

اعجاز :۔ دوسری شادی (قہقہہ لگاتا ہے) اس چکر میں نہ پڑنا پیارے ورنہ زندگی جہنم بن جائے گی ۔

شوکت :۔ قطعی نہیں ۔ وہ میکے میں خوش رہے گی اور ہم اپنے گھر میں ۔

اعجاز :۔ تمہارا خیال غلط ہے کوئی عورت سوتن کو برداشت نہیں کر سکتی ۔

شوکت :۔ عورت کی انا کو شکست دینے کا یہی ایک طریقہ ہے ۔

اعجاز :۔ پھر بھی اچھی طرح سوچ لو کہیں پانسہ پلٹ نہ جائے ۔

شوکت :۔ سوچنے کا وقت گذر چکا ۔ اب تو ایک جگہ بات چیت بھی چل رہی ہے ۔

اعجاز :۔ (حیرت سے) اچھا ۔!

شوکت :۔ بہت ممکن ہے ایک دو روز میں بات پکی بھی ہو جائے ۔

اعجاز :۔ تو گویا چٹ منگنی پٹ بیاہ ہوگا ۔

شوکت :۔ بالکل ۔ اور تمہارے سپرد ایک اہم کام ۔

اعجاز :۔ وہ کون ؟ ۔

شوکت :۔ سلیمہ اور اس کے ماں باپ شادی روکنے کیلئے تو آئیں گے ہی !

اعجاز :۔ یقیناً ۔

شوکت :۔ تو میں تمہیں آگے کر دوں گا ۔ ذرہ نپٹ لینا ۔

اعجاز :۔ نہیں بابا یہ کام اپنے بس کا نہیں ۔

شوکت :۔ کیوں ؟ ۔

اعجاز :۔ کون آگ میں کودے گا ۔

شوکت :۔ ڈر گئے ۔ خیر میں ہی نپٹ لوں گا ۔

اعجاز :۔ یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ ڈر لگتا ہے ایک تو وہ امیر آدمی ہے

پھر چلتا پرزہ کون اس سے اُلجھے ۔
شوکت :۔ کوئی بات نہیں ۔ میں بھی کچھ کم نہیں ہوں ۔ اگر نیچا نہ دکھادیا تو میرا نام بھی شوکت نہیں ۔
اعجاز :۔ خیر اٹھو بھی ہوٹل چلیں ۔ میری بھی انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں ——— !
شوکت :۔ چلو ۔
(دونوں بائیں دروازے سے نکل جاتے ہیں اور پردہ گرتا ہے)

تیسرا منظر

(سلیمہ کے باپ کا مکان ۔ جب پردہ اٹھتا ہے تو سلیمہ اور اس کی ماں صوفے پر براجمان نظر آتی ہیں ۔ سلیمہ کوئی ناول پڑھنے میں محو ہے ۔ ماں پاندان کھولے پان بنا رہی ہے کہ بائیں دروازے سے ملازم داخل ہوتا ہے)۔

ملازم :۔ (سلیمہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر) کوئی رقعے دے گیا ہے ۔
سلیمہ :۔ (رقعے لیکر) امی شادی کے رقعے آئے ہیں ۔ (دیکھ کر) میرے نام کا بھی ایک رقعہ ہے ۔
ماں :۔ کس کی شادی ہے ؟
سلیمہ :۔ ابھی پڑھتی ہوں ۔

(سلیمہ رقعہ کھولکر پڑھنے لگتی ہے۔ جیسے جیسے پڑھتی جاتی ہے چہرہ متغیر ہوتا جاتا ہے آنکھیں بھر آتی ہیں اور آنسو ٹپکنے لگتے ہیں)۔

ماں :۔ (پان کھا کر پیکدان میں پیک تھوکنے کے بعد) خاموش کیوں ہوگئیں۔ کس کی شادی ہے ۔ ارے یہ کیا ۔ تم تو رو رہی ہو۔

(سسکیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔)

ماں :۔ (پریشان ہوکر) کیا بات ہے بیٹا بولتی کیوں نہیں ؟۔

سلیمہ :۔ میں لٹ گئی ۔ میں برباد ہوگئی امی ۔

(گلا چھوڑکر رونے لگتی ہے)

باپ :۔ (بائیں دروازے سے داخل ہوکر) کیا بات ہے بیٹا ۔ اس طرح بے اختیار کیوں رو رہی ہو ؟ ۔

سلیمہ :۔ جتنا بھی روؤں کم ہے پپا ۔ میری زندگی اجڑ گئی ۔

باپ :۔ آخر کیا ہوا بیٹا ؟ کچھ تو کہو ۔

سلیمہ :۔ وہ وہ دوسری شادی ۔

باپ :۔ وہ کون ؟ شوکت ۔ !

سلیمہ :۔ جی ہاں ۔ یہ دیکھئے رقعہ ۔

ماں :۔ اس کی یہ جرأت ۔

باپ :۔ رقعہ لیتا ہے اور سرسری نظر ڈال کر میز پر پھینک دیتا ہے ۔
جب بیوی مہینوں میکے میں بیٹھی رہے گی تو مرد دوسری شادی نہیں کریگا کیا دیواروں سے دل بہلاتے گا ۔ تم نے ماں باپ کے تمول کو پیش نظر

رکھ کر کبھی شوہر کی پرواہ نہیں کی سو یہ اس کا انجام ہے۔

(بیوی سے) اب عمر بھر بٹھاؤ اپنی لاڈلی کو۔ تمہارے بیجا لاڈ پیار نے یہ دن دکھایا ہے۔ جس وقت یہ شوہر سے الجھ کر آتی تھی اگر اس کو الٹے پاؤں واپس کر دیا جاتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

ماں :۔ آپ بھی تو خاموش رہے۔

باپ :۔ مجھے بڑھنے ہی کب دیا تم نے! جب بھی میں نے زبان کھولی مجھے بیٹی کا دشمن ٹھیرایا۔

ماں :۔ تو میں ہی قصوروار ٹھہری۔

باپ :۔ بالکل۔

ماں :۔ خیر اس کا تصفیہ تو بعد میں ہو گا۔ اب یہ سوچئے کہ کیسے اس شادی کو روکا جا سکتا ہے۔

باپ :۔ بہت مشکل ہے! وہ تو علی الاعلان شادی کر رہا ہے طرفہ یہ کہ اس نے نہ صرف ہمیں بلکہ اپنی بیوی کو بھی مدعو کیا ہے۔

ماں :۔ بہت جرأت بڑھ گئی ہے اس کی۔ اس کو تو ناک سے چنے چبوا دوں گی۔

باپ :۔ مجھے تو کچھ سجھائی نہیں دیتا آخر کیا صورت لے کر جاؤں۔

ماں :۔ ہمیں آگے بڑھنا ہی چاہیئے۔ ہم تماشائی نہیں بن سکتے۔

باپ :۔ کیا کر سکتے ہیں ہم؟ سب لوگ ہمیں کو قائل کرا کے چھوڑیں گے۔

ماں :۔ میں ایسی باتیں سننا نہیں چاہتی۔ آپ کو کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔

نہ میں خود ہی پہنچ کر نبٹ لوں گی اس سے میرے بھائی کچھ کم نہیں ہیں کسی
خون ہو جائے گا۔
پ :- ارے۔ اتنا طیش میں کیوں آ رہی ہو۔ ذرا صبر سے کام لو۔
ے خیال میں ایک ہی صورت ہے اس معاملہ کو سلجھانے کی کہ سانپ
مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔
ل :- (پر امید ہو کر) وہ کونسی ؟۔
(سلیمہ بھی پر امید نگاہوں سے باپ کو دیکھتی ہے)
پ :- طبیعت کا ایسا برا بھی نہیں۔ مجھے خود حیرت ہے کہ اس نے
ے بڑے کام کی کیسے جرأت کی۔ اگر میں ہی چلا جاؤں تو ڈر ہے کہ
معاملہ بگڑ نہ جائے۔ اگر سلیمہ خود چلی جائے اس سے معافی چاہے
اس کے ساتھ زندگی گذارنے کا عہد کرے تو بہت ممکن ہے وہ
کو معاف کر کے دوسری شادی سے باز آجائے۔
ل :- کیا یہ ممکن ہے۔
پ :- کیوں نہیں ؟۔
:- اگر وہ سلیمہ کو دروازے سے ہی لوٹا دے تو۔
:- پھر ہم بنٹ لیں گے۔ لیکن یہ اپنی کوشش تو کر دیکھے۔ میاں
کے جھگڑے میں کسی تیسرے کا کود پڑنا گویا جلتے پر آگ چھڑکنا
ہے ــــــــ !
(سلیمہ سے) جاؤ بیٹا۔ اپنے میاں سے معافی چاہو۔ (گلوگیر

آواز میں) بلکہ اس کے پیر پر گر جانا۔ عورت کا سکھ شوہر ہی کے گھر میں ہے
شاید تمہاری گڑگڑاہٹ اس کے دل کو موم کر دے۔

باپ :- (بیوی سے) اگر یہی نصیحت روز اول ہوتی تو — !

ماں :- تو آج یہ جھگڑا ہی کیوں کھڑا ہوتا!

سلیمہ :- میری وجہ سے آپ لوگ کیوں الجھ رہے ہیں (اٹھ کھڑی
ہوتی ہے۔)
اچھا تو میں جاتی ہوں۔

ماں :- ساڑی تو بدل لو۔

سلیمہ :- اب وقت نہیں ہے ممی (باپ سے) جارہی ہوں پپّا۔

باپ :- جاؤ بیٹا۔ خدا تمہیں کامیاب کرے۔ چلو میں تمہیں موٹر میں
بٹھا دوں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ تمہیں تنہا چھوڑ دیا جارہا ہے — ہم سب
تمہارے ساتھ ہیں اگر وہاں تمہارے بال کو دھکا لگے گا تو فوری فون
کر دینا۔ ہم سب آدھمکیں گے۔

سلیمہ :- اچھا پپّا۔

(سلیمہ اپنے نام کا رقعہ اٹھا لیتی ہے اور باپ بیٹی دونوں بائیں
جانب کے دروازے سے باہر چلے جاتے ہیں)۔

ماں :- (سر پر آنچل ڈال کر دست بدعا ہو جاتی ہے) یا رب العالمین
اب کرم فرما۔ رحم فرما۔ فضل فرما۔ شوکت کے دل کو پھیر دے کہ
وہ سلیمہ کو واپس نہ کرے اور شادی سے باز آجائے۔ یا مشکل کشا تم

ہماری مدد فرما۔ یا خواجہ غریب نواز یا خواجہ گیسو دراز میری مراد پوری ہو جائے گی تو میں تمہارے نام کی دیگیں بھر دوں گی۔

(پردہ گرتا ہے)

چوتھا منظر

وہی ڈرائنگ روم۔ شوکت صوفے پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا ہے سلیمہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ شوکت کنکھیوں سے دیکھ کر بھی انجان بن جاتا ہے اور کتاب اپنے چہرے کے آگے اور زیادہ سرکا لیتا ہے۔

سلیمہ:۔ (بے قرار ہو کر) سنیئے۔

شوکت:۔ کون؟ (کتاب ہٹا کر) آہا سلیمہ —! رقعہ مل گیا۔

سلیمہ:۔ ساتھ لائی ہوں۔ (بیٹھ جاتی ہے)

شوکت:۔ تو آرہی ہو نا شادی میں۔

سلیمہ:۔ میرے جیتے جی آپ دوسری شادی کر رہے ہیں؟۔

شوکت:۔ مجبوری ہے۔

سلیمہ:۔ میں اس مجبوری کو ختم کرنے کیلئے آئی ہوں۔

شوکت:۔ بعد از وقت۔

سلیمہ:۔ اب بھی وقت ہے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجیے میرے آقا میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

شوکت :- میرے بغیر ــــ میرے بغیر وہ کون تھی جو عیش کر رہی تھی میکے میں -
سلیمہ :- عیش کی نہیں سخت اضطراب کی زندگی گذار رہی تھی -
شوکت :- تم ایک دولتمند گھر کی لڑکی! اور میں ایک غریب خاندان کا فرد! مجھے تو کیسے ؟ -
سلیمہ :- مجھے معاف کردو شوکت - میرے شوکت - میرے سرتاج اور مجھے کے زلیخا - میں بحر ندامت میں ڈوب گئی ہوں -
شوکت :- کیا وہ وہی سلیمہ ہے جو ہمیشہ اپنے میکے کی بڑائی کر کے شوہر کے دل کو ٹھیس پہنچایا کرتی تھی - کیا یہ وہی سلیمہ ہے جس کو شوہر کی سلگتی ہوئی تنہائی کا کبھی احساس نہیں ہوا -
سلیمہ :- ہاں وہی لیکن بہت بدلی ہوئی - جو اب اپنے شوہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیگی یہیں جان دے دے گی اور یہیں سے اس کا ڈولا نکلے گا -
شوکت :- یہ تم کہہ رہی ہو ـــ! مجھے تو یقین نہیں آتا - یا اللہ میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں -
سلیمہ :- یہ خواب نہیں حقیقت ہے - یہ وہی سلیمہ ہے جو کبھی تم سے بات بات پر الجھتی تھی -
شوکت :- یہ انقلاب عظیم! اور تم میں ـــ!
سلیمہ :- ہاں ہاں مجھ میں - کیا اب بھی شک ہے آپ کو! اگر ہے تو لائیے مجھے زہر کا پیالہ دیدیجئے میں آپ کا نام لیکر بخوشی پی لوں گی - پہلے میرا ڈولہ گھر سے نکال لیے پھر آپ دولہا بن کر نئی دلہن کے گھر جائیے گا -

شوکت:۔ بس سلیمہ بس ۔ اب یقین آگیا مجھ کو آقا (ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگا لیتا ہے) آج میری بے چین روح کو سکون مل گیا ۔ میں یہ سمجھوں گا کہ آج ہی شادی ہوئی ہے میری ۔ پگلی میں کب تیرے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں (وفورِ جذبات سے شوکت کے آنسو نکل آتے ہیں) میرے دل کی گہرائیوں کو کبھی تم نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔

(پردہ گرتا ہے)

دوسری شادی

افراد

اعجاز:۔۔۔۔۔ مان گزیٹیڈ آفیسر

رضیہ:۔۔۔۔۔ اعجاز کی بیوی

ماں:۔۔۔۔۔ اعجاز کی ماں

ریاض:۔۔۔۔۔ اعجاز کا ہم عمر دوست

فہمین:۔۔۔۔۔ ملازمہ

(پردہ اٹھتا ہے)

(رضیہ ٹرنک میں سامان جما رہی ہے اور اعجاز پاس ہی پڑے صوفہ سٹ پر سر جھکائے بیٹھا ہے)

رضیہ:۔ (اچانک شوہر کو دیکھ کر) ارے یہ کیا! آپ تو اس طرح سر نیہوڑائے بیٹھے ہیں جیسے کہ بس اب واپس ہی نہیں آؤں گی!

اعجاز:۔ خدا نہ کرے لیکن میں سوچ رہا ہوں تمہاری جدائی کے یہ پہلاڑ سے دن کیسے کٹیں گے۔

رضیہ:۔ تو آپ بھی چلے چلیئے نا۔ خالہ جان آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔ شادی کا موقع ہے بڑا لطف رہے گا۔ پھر ندی میں مچھلیاں پکڑیں گے۔

آم کے پیڑ پر جھولا جھولیں گے ۔ دیہات کی آزاد فضائیں کچھ اور ہی ہوتی ہیں ۔

عجاز ۔ کم بخت آفس انسپکشن بھی ابھی ٹھیرا ۔ دفتر کا یہ حال ہے کہ اگر بیمار بھی پڑ جاؤں تو اس وقت بھی چھٹکارا ملنے کی کوئی امید نہیں ۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ دونوں چیزیں مل کر آئی ہیں ۔

رضیہ :۔ شادی کی تاریخ تو قریب آ پہنچی کسی طرح بڑھائی نہیں جا سکتی ۔

اعجاز :۔ (سنی ان سنی کر کے) تم بھی نہ جاؤ تو کیا حرج ہے ! بیماری کا بہانہ کر دینا ۔ وہاں تار تو نہیں پہنچ سکتا ۔ مبارکباد کا خط لکھ دیں گے ۔

رضیہ :۔ (خلاف توقع جواب سن کر) واہ یہ بھی خوب کہی آپ نے ۔ خالہ کی لڑکی کی شادی ہے اور میں نہ جاؤں ۔ برسوں کے بعد میکے جانے کا موقع ملا ہے ۔ اور آپ روک رہے ہیں ۔ آپ کو نہیں معلوم عورت کو میکے سے کتنا پیار ہوتا ہے ۔ کسی جلاوطن کو وطن جاتے دیکھا ہے کبھی آپ نے ۔

اعجاز :۔ (ملائمت سے) خیر بھی کیوں ناراض ہوتی ہو ! چلی جاؤ ۔ ہم یہاں در و دیوار سے سر ٹکراتے رہیں گے ۔

رضیہ :۔ ارے کتنے دنوں کیلئے جا رہی ہوں ۔ تین دن تو آمد و رفت میں کٹ جائیں گے ۔ کل سات دن ٹھیروں گی وہاں ۔ (لہجہ بدل کر) واقعی آپ کے بغیر سارا لطف ادھورا رہے گا وہاں ۔

اعجاز :۔ جب میرے بغیر لطف کے ادھورا رہ جانے کا اتنا احساس ہے تو وہاں سات دن ٹھیرتی ہی کیوں ہو ۔ چوتھی کے دوسرے دن نکل جانا ۔ اس طرح ایک ہفتہ میں واپس آ جاؤ گی ۔

رضیہ :۔ ذرا خیال تو کیجیے اتنے برسوں کے بعد میکے جا رہی ہوں پھر شادی کا موقع ہے کون چھوڑے گا مجھے چوتھی کے دوسرے دن! سارے رشتہ دار اکٹھا ہوں گے۔ ساری بچپن کی سہیلیاں ملیں گی۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے بعد بھی چھوڑ دیں تو غنیمت ہے۔

اعجاز :۔ اگر تم وہاں زیادہ دن ٹھہر گئی تو پھر تم سمجھ لو کہ تمہارے آنے تک ہمارا جنازہ اٹھ جائے گا۔

رضیہ :۔ جنازہ دشمنوں کا اٹھے (خوشامدانہ لہجہ میں) سرکار میرے۔! آفس انسپکشن ہوتے ہی آپ بھی چلے آئیے گا۔

اعجاز :۔ اس کے بعد ہی آفیسرس میٹنگ ہے چھٹکارہ ملنے کی کوئی امید نہیں۔

رضیہ :۔ تو پھر میں ہی حسب وعدہ لوٹنے کی کوشش کروں گی۔ اگر وہ بہت مجبور کریں تو دو چار روز اور رکنا ہی پڑے گا۔

اعجاز :۔ اگر تم رک گئیں تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کیا حال ہوگا۔

رضیہ :۔ کیا ہوگا؟۔

اعجاز :۔ بہت ممکن ہے ہارٹ فیل ....

رضیہ :۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ (منہ پر ہاتھ رکھ دیتی ہے)

اعجاز :۔ مذاق سمجھ رہی ہو! کیا تم میرے دل کی کیفیت سے واقف نہیں ہو ——— !

رضیہ :۔ خوب واقف ہوں۔ لیکن حضور میاں بیوی کی زندگی میں بعض موقعے ایسے بھی آتے ہیں کہ دونوں کو ایک دوسرے کی جدائی بخوشی گوارا

کرنی پڑتی ہے ۔

اعجاز :۔ تم کچھ بھی کہو رضیہ ـــــ ! یہ میری کمزوری ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

رضیہ :۔ (زچ ہو کر) اور اگر میں مر گئی تو ۔ !

اعجاز :۔ شاید چند دنوں کے اندر ہی میں بھی . . . . . .

رضیہ :۔ (بات کاٹ کر) شکر اللہ کا کہ اس بیسویں صدی کے نصف آخر میں بھی مجھے ایسا شوہر نصیب ہے جو مجنوں سے کچھ کم نہیں ۔

اعجاز :۔ تو کیا آزمانا چاہتی ہو ۔ !

رضیہ :۔ یہ آزمائش نہیں تو اور کیا ہے ۔ واقعی اگر شادی کا موقع نہ ہوتا تو میں اپنا سفر ملتوی کر دیتی ۔

اعجاز :۔ وہی تو مجبوری ہے ۔ ! ورنہ میں کب جانے دیتا تمہیں ۔

رضیہ :۔ لیکن اب تو اجازت دیجئے نا ۔

اعجاز :۔ (قدرے سوچ کر) شوق سے جا سکتی ہو ۔

رضیہ :۔ تو پھر جلدی سے اٹھئے اور جوہری کی دکان سے وہی TOPS لے آیئے جسکو کل ہم پسند کر چکے ہیں تاکہ تحفہ میں دے دیئے جائیں ۔ میں آج ہی بالکل تیار ہو جانا چاہتی ہوں کیوں کہ صبح کی ٹرین سے نکلنا ہے ۔

اعجاز :۔ لو ابھی میں چلا (اٹھ کر بائیں دروازے سے باہر نکل جاتا ہے ۔

رضیہ اسی طرح سوچ کر کپڑے جماتی رہتی ہے کہ دائیں جانب سے ساس داخل ہوتی ہے)

ماں :۔ (بہو کو مصروف دیکھ کر) زیادہ سامان مت لیجاؤ بیٹی ورنہ سفر میں تکلیف ہوگی۔

رضیہ :۔ (رک کر) ایک ٹرنگ اور ایک ہولڈر ہی تو لے جا رہی ہوں (لہجہ بدل کر) اماں ذرا ان کو سمجھایئے اگر شادی نہ ہولی تو میں جاتی ہی نہیں۔

ماں :۔ ہاں ہاں میں سمجھاؤں گی تم اطمینان سے جاؤ کہاں گیا ہے وہ! بس بیوی کا دیوانہ ہے۔

رضیہ :۔ ابھی ٹاپس لانے گئے ہیں۔

ماں :۔ ٹاپس کس کے لیئے۔

رضیہ :۔ تحفہ میں دینے کیلئے۔

ماں :۔ ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔

رضیہ :۔ ماں آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کیجیئے۔ صبح سویرے کمرے سے مت نکلا کیجئے۔ آجکل سردیاں زیادہ ہیں۔

ماں :۔ تم میری فکر مت کرو بیٹی۔ اللہ نگہبان ہے میرا۔ بس تم بے فکر جاؤ جلدی سے واپس آجاؤ۔

(واپس چلی جاتی ہے۔ رضیہ کپڑے جما کر ٹرنگ بند کر دیتی ہے کہ ریاض داخل ہوتا ہے)

بھائی :۔ آداب (سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

رضیہ :۔ آداب۔

ریاض :۔ اعجاز کہاں ہے؟۔

رضیہ :۔ یاز آ گئے ہیں ۔
ریاض :۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جانے کی اجازت مل گئی ہے ۔
رضیہ :۔ بہت مشکل سے ۔ (لہجہ بدل کر) ایک بات پوچھوں آپ سے ۔
ریاض :۔ ضرور پوچھئے ۔
رضیہ :۔ کیا آپ بھی بیوی کے بغیر نہیں رہ سکتے ۔
ریاض :۔ (قہقہہ لگا کر) بھئی ہم تو اگلے زمانے کے مجنوں نہیں ہیں ۔
ہم بیوی کے بغیر بھی رہ سکتے ہیں اور بیوی ہمارے بغیر بھی ۔
رضیہ :۔ ہمارے اعجاز صاحب تو دنیا سے نرالے ہیں ۔ وہ میرے بغیر
نہیں رہ سکتے ۔
ریاض :۔ کیوں نہیں رہ سکتے ۔ انہوں نے اپنی طبیعت کو بنا لیا ہے کیا ؟
رضیہ :۔ نہیں ریاض بھائی وہ واقعی نہیں رہ سکتے میرے بغیر ۔
ریاض :۔ تم بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو ۔ اگر انہیں کریدا جائے تو معلوم ہو جائے
کہ وہ کتنے پانی میں ہیں ۔
رضیہ :۔ کیسے کریدا جا سکتا ہے ؟
ریاض :۔ وہ اس طرح کہ (اچانک اعجاز کی ماں کو داخل ہوتے دیکھ کر رک
جاتا ہے اور اٹھ کر سلام کرتا ہے) آداب خالہ جان ۔ !
ماں :۔ جیتے رہو بیٹا ۔ (پاس پڑے صوفہ پر بیٹھ جاتی ہے) کل رضیہ جا رہی
ہے ۔ سارا گھر سونا سونا لگے گا ۔ تم ذرا جلد جلد آیا کرو تا کہ اعجاز کا دل بہلے ۔
ریاض :۔ ہاں خالہ جان ضرور آیا کروں گا ۔ کل کب جا رہی ہیں بھابھی ۔ !

ماں :۔ صبح ٦ بجے کی ریل سے۔

ریاض :۔ خدا حافظ کہنے کیلئے میں بھی اسٹیشن آؤں گا۔

رضیہ :۔ ضرور آیئے لیکن بھابی کے ساتھ۔

ریاض :۔ وہ تو ضرور آئیں گی آپ سے ملنے کیلئے (اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

اچھا تو میں چلتا ہوں خالہ جان۔

ماں :۔ اچھا۔

(ریاض بائیں دروازے سے باہر چلا جاتا ہے۔ رضیہ اٹھ کر دروازہ بند کر لیتی ہے۔ پھر ساس بہو دائیں جانب سے گھر کے اندر چلی جاتی ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

اعجاز کا کمرہ بے ترتیب سا ہے۔ دائیں جانب ایک پلنگ پڑا ہے پشت کی دیوار پر ایک بڑی سی کھڑکی ہے جہاں سے گھر کا اندرونی حصہ دکھائی دیتا ہے جہاں ہرے بھرے درخت خاموش کھڑے ہیں اعجاز جو اداس سا کھڑکی کے پاس کھڑا ہے پلٹ کر گنگنانے لگتا ہے۔

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے
گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

(دائیں دروازے سے ریاض داخل ہوتا ہے) کیا کہہ رہے تھے بھائی۔

"کانٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے" (بیٹھ جاتا ہے)

اعجاز :۔ "گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے"

ریاض :۔ واہ ۔ واہ ۔ معلوم ہوتا ہے بھابی کی یاد ستاتی ہے ۔!

اعجاز :۔ بھولے بن کر حال نہ پوچھو بہتے ہیں اشک تو بہنے دو
جس سے بڑھے بے چینی دل کی ایسی تسلّی رہنے دو

ریاض :۔ سنو آج میں بھی موڈ میں ہوں ۔
آنسو تھے سو خشک ہوئے جی ہے کہ امڈا آتا ہے
دل پہ گھٹا سی چھائی ہے کھلتی ہے نہ برستی ہے ۔

اعجاز :۔ جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے ۔
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا ۔

ریاض :۔ برھا کی رین کٹے نہ بہار
سونی نگریا پڑی ہے اُجاڑ

اعجاز :۔ مر رہتے جو فرقت میں سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

ریاض :۔ بیانِ دردِ محبت جو ہو تو کیونکر ہو ۔
زباں نہ دل کیلئے ہے نہ دل زباں کیلئے

اعجاز :۔ تڑپا کیا میں دردِ غمِ انتظار میں
صورت نہ بے وفا نے دکھائی تمام شب

ریاض :۔ سلوک عاشق و معشوق کوئی کیا جانے
کس کے ہاتھ سے آفت کس کے جی پہ ہے

اعجاز :۔ اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے ، اک درد جگر میں ہوتا ہے
ہم راتوں کو اٹھ اٹھ روتے ہیں ، جب سارا عالم سوتا ہے

ریاض :۔ زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں
ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں

اعجاز :۔ زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

ماں :۔ (داخل ہو کر) یہ بیت بازی کب تک ہوتی رہے گی تین بج گئے ہیں۔ کیا ابھی تک بھوک نہیں لگی۔

اعجاز :۔ ذرا اشعار سے دل بہلا رہا تھا اماں۔

ریاض :۔ اور مجھے بھی ذرا موڈ آ گیا تھا خالہ جان۔

ماں :۔ (ناراض ہو کر) ہوں۔ اس شاعری نے تو ہمیں تباہ کر دیا۔ چلو آؤ کھانا کھالو۔

(ماں کے پیچھے پیچھے اعجاز اور ریاض اندر چلے جاتے ہیں)

تیسرا منظر

(اعجاز کی ماں پاندان کھولے پان بنا رہی ہے۔ پان بنا کر کھاتی ہے اور پیک دان میں تھوک کر فہیمن کو پکارتی ہے)

ماں :۔ فہیمن !

فہیمن :۔ جی بیگم صاحب !

ماں :۔ کل شام کی ریل سے بہو آرہی ہے نا !

فہیمن :۔ ہاں صاحب کہہ تو رہے تھے ۔

ماں :۔ ہاں آرہی ہیں ۔ دیکھو اس کا کمرہ آئینہ کی طرح صاف ستھرا کردینا ۔

فہیمن :۔ وہ تو روز ہی صاف کرتی ہوں بیگم صاحب ۔

ماں :۔ میرا مطلب ہے خاص اہتمام سے صاف ہونا چاہیئے اور دلہن کے کمرے کی طرح سجانا چاہیئے ۔

فہیمن :۔ بہت اچھا بیگم صاحب ۔

ماں :۔ جیسے جیسے اس کے آنے کا وقت قریب آرہا ہے درودیوار پر رونق آرہی ہے ۔

فہیمن :۔ سچ ہے بیگم صاحب ابھی سے گھر پر ایک قسم کا سہانا پن آگیا ہے ۔ ورنہ مہینے بھر سے اداسی برستی تھی ۔

ماں :۔ ہاں بیٹا ! گھر کی بہو سے ہی گھر کی رونق ہے اب ہمارا کیا ہے چل چلاؤ کے دن ہیں ۔ ہاں اتنی دعا کر کہ ایک چاند سا بیٹا دیکھ لوں اس کا ۔

فہیمن :۔ اللہ آپ کی دعا آمین کرے بیگم صاحب پھر تو گھر کی رونق اور بھی بڑھ جائے گی ۔

ماں :۔ جب بچے ہنستے کھیلتے ہیں تو گھر جنت معلوم ہوتا ہے ۔

فہیمن :۔ سچ ہے بیگم صاحب ۔

ماں :۔ ارے خوب یاد آیا۔ کل کوئی اچھا پکوان بھی ہونا چاہئے اور جیسے
ہی وہ دروازے پہ پہنچے گی ایک مرغ اتار کر خیرات کر دیں گے۔

اعجاز :۔ (داخل ہو کر) کس پر مرغ اتارا جا رہا ہے اماں!

ماں :۔ بہو پر اور کس پر! کل آ رہی ہے نا وہ۔

اعجاز :۔ ہاں آ رہی ہے۔

ماں :۔ کونسی گاڑی سے آ رہی ہے۔

اعجاز :۔ چھ بجے شام کی گاڑی سے۔

ماں :۔ تم کو پندرہ بیس منٹ پہلے ہی اسٹیشن پر پہنچ جانا چاہئے۔ اور
ہاں دیکھو بہو سے لڑنا نہیں ایک عرصے کے بعد میکے گئی تھی بیچاری وہاں اس
کو روکا بھی بہت گیا ہو گا تب ہی ٹھہر گئی۔

اعجاز :۔ اماں کیا آپ مجھ سے ایسی امید رکھتی ہیں!

ماں :۔ امید تو نہیں لیکن احتیاطاً کہہ رہی ہوں۔ کیوں کہ تم مرد ہو اور مرد عرصے
سے عورت پر حکومت کرتا آیا ہے۔

اعجاز :۔ اب وہ آبا میاں کا زمانہ نہیں رہا اماں۔ اب تو عورت ہر فیلڈ
میں مرد کے دوش بدوش کام کر رہی ہے۔

ڈاک کی آواز۔ "پوسٹ مین" (اچانک گھر کے دروازے پر پوسٹ مین کی
آواز سنائی دیتی ہے اعجاز لپک کر دروازے پر پہنچتا ہے اور خط لے کر
گھر میں داخل ہوتا ہے)

(اعجاز :۔ (خط پر کی مہر پڑھ کر) اماں مرزا پور سے خط آیا ہے۔

ماں :۔ گیا بہو کے آنے کا پروگرام پھر بدل گیا۔

اعجاز :۔ ابھی معلوم ہوتا ہے (خط کا کور چاک کر کے خاموش پڑھتا ہے چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔ اماں غضب ہو گیا۔ (سر پکڑ لیتا ہے)

ماں :۔ آخر کیا خیر ہے بیٹے! یہ تم نے سر کیوں پکڑ لیا!
ارے یہ کیا تمہاری آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہیں۔

عجاز :۔ میں تباہ ہو گیا۔ میں لٹ گیا اماں۔

ماں :۔ (تشویشناک لہجہ میں) آخر کیا خبر ہے؟۔

اعجاز :۔ مجھے سنانے کا یارا نہیں اماں یہ لیجئے آپ خود ہی پڑھ لیجئے۔
(اپنے آپ سے) یہ کیا ہو گیا میرے خدا۔
(ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور رومال سے آنسو پوچھتا ہے)

ماں :۔ (بآواز بلند پڑھتی ہے)

"نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہفتہ کے روز رضیہ گھر کی اور لڑکیوں کے ساتھ ندی پر گئی تھی کہ پیر پھسلنے کی وجہ سے پانی میں گر گئی اور ندی کا تیز دھارا اس کو بہا لے گیا۔ دور دور تک تلاش کی گئی لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ مزید تلاش جاری ہے"۔

فقط

آپ کے غم میں برابر کی شریک

سوگوار

خالدہ۔

ماں :۔ (آنچل سے آنسو پونچھ کر) میرا پہلے ہی ماتھا ٹھنکا تھا۔
بڑی دیر تک طبیعت چاہتی تھی کہ بہو کو گاؤں جانے سے روک دوں۔ لیکن
اس کی خوشیاں اور بیقراری دیکھ کر خاموش ہو گئی۔
اعجاز :۔ میں نے بھی روکنے کی بہت کوشش کی اماں لیکن وہ مانی ہی نہیں
ماں :۔ اس کو موت کھینچ کر لی گئی بیٹا۔
اعجاز :۔ میری زندگی اجڑ گئی اماں۔ طبیعت چاہ رہی ہے کہ اس گھر کو
آگ لگا دوں۔
ماں :۔ (دکھ بھری آواز میں) آگ تو لگ ہی گئی بیٹا گھر کو۔
ہائے وہ بہو نہیں میری بیٹی تھی۔
اعجاز :۔ (حسرت ناک لہجہ میں) کاش میں اس کو زبردستی روک لیتا۔
ماں :۔ (افسوسناک لہجہ میں) اگر مجھے ذرا بھی گمان ہوتا تو میں خود بھی
اس کو ہرگز جانے نہ دیتی بیٹے۔
فہیمن :۔ (کمرے میں داخل ہو کر)
(متفکر لہجہ میں) کس کا ذکر ہو رہا ہے بیگم صاحب!
ماں :۔ (دکھی آواز میں) دلہن بیگم کا۔ (آگے بول نہیں سکتی۔)
فہیمن :۔ کیا ہوا انہیں؟ وہ تو کل آرہی ہیں نا۔
ماں :۔ اب کہاں سے آئے گی فہیمن! (دردناک لہجہ میں)
اس کو ندی بہالی گئی۔
فہیمن :۔ ندی! کوئی اطلاع آئی ہے کیا؟۔

ماں :۔ (خط ہاتھ میں پکڑ کر) یہ دیکھو خط آیا ہے ۔

فہیمن :۔ (پریشان کن لہجہ میں) خط ۔ ہائے دلہن بیگم میں تو تمہارے لئے کمرہ سجا رہی تھی ہائے بہو بیگم (رونے لگتی ہے)

(پردہ گرنے لگتا ہے)

چوتھا منظر

اعجاز کی ماں ورانڈے میں بیٹھی پان کھا رہی ہے کہ ریاض داخل ہوتا ہے ——— !

ریاض :۔ آداب عرض خالہ جان ۔

ماں :۔ آؤ بیٹا بیٹھو ۔ (بیٹھ جاتا ہے)

ریاض :۔ اس خبر سے بڑا دکھ ہوا کہ بھابی سیلاب کی نذر ہو گئیں ۔

ماں :۔ ہاں بیٹا ایک غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے ہم پر ۔ حال یہ ہے کہ نہ میں اعجاز کو تسلّی دے سکتی ہوں اور نہ اعجاز مجھے ۔

ریاض :۔ آپ دونوں کو برابر کا غم ہے ۔ ایسے میں کون کس کو تسلّی دے سکتا ہے ۔ لیکن تقدیر کے فیصلے کو ماننا ہی چاہیئے ۔

ماں :۔ تقدیر کے فیصلے کو ماننا ہی پڑتا ہے بیٹا ۔

ریاض :۔ تو پھر ہمیں صبر کرنا چاہیئے ۔

ماں :۔ میرا چھوڑو میں تو صبر کر ہی لوں گی لیکن اعجاز سے صبر نہیں ہو رہا ہے ——— !

ریاض :۔ اناللہ وانا الیہ راجعون" اس کو بھی صبر کرنا ہی پڑے گا۔ کہاں ہے اعجاز؟

ماں :۔ گھر ہی میں اداس پڑا تھا ابھی کسی دوست کے ساتھ باہر گیا ہے۔

ریاض :۔ اس کو گاؤں جانے نہ دیجئے ورنہ وہ ضرور اس مقام پر جائے گا جہاں بھابی سیلاب کی نذر ہو گئیں تھیں اور وفور غم میں خود بھی پانی میں چھلانگ لگا کر اس کی تلاش میں اپنی جان دے دے گا۔ بس کسی نہ کسی طرح اس کو جانے سے روکتے رہیئے۔

ماں :۔ میں تو لاکھ روکوں گی۔ لیکن وہ رکے گا بھی!

ریاض :۔ کیوں نہیں؟ جب سب مل کر کوشش کریں گے تو رک بھی جائے گا۔

ماں :۔ مجھے تو امید نہیں۔

ریاض :۔ مجھے تو امید ہے۔ کہتے ہیں کہ بیوی کی موت کہنی کی چوٹ کے مانند ہوتی ہے۔! آن واحد میں سخت لیکن قابل برداشت۔

ماں :۔ ہونا تو ایسا ہی چاہیئے۔

ریاض :۔ پھر مرحومہ سے کوئی اولاد بھی نہیں کہ اس کی یاد ستاتی رہے۔ پھر وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔

ماں :۔ مرحومہ کی یاد اس کی تنہائی کو ضرور ڈستی رہے گی۔

ریاض :۔ اس کو تنہا رہنے نہ دیا جائے۔

ماں :۔ یعنی ۔۔؟

ریاض :۔ یہی کہ کسی خوبصورت لڑکی سے اس کی شادی کر دی جائے۔ رفتہ رفتہ اس کو شادی کیلئے راضی کر لیا جائے گا۔

ماں :۔ تمہارا خیال بھی ٹھیک ہے بیٹا ۔

(ملازمہ چائے لیئے داخل ہوتی ہے ۔ اعجاز کی ماں کو اور ایک کپ ریاض کو سامنے کرتی ہے ۔ دونوں خاموش چائے پیتے ہیں ۔ چائے پینے کے بعد ریاض اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

ریاض :۔ تو خالہ جان اب چلتا ہوں ۔

ماں :۔ اچھا ۔

(ریاض دائیں دروازے سے باہر چلا جاتا ہے اور اعجاز کی ماں بائیں دروازے سے اندر چلی جاتی ہے)

(پردہ گرتا ہے)

پانچواں منظر

(اعجاز کی ماں ورانڈے میں بیٹھی اخبار دیکھ رہی ہے کہ ریاض داخل ہوتا ہے)

ریاض :۔ آداب عرض ہے خالہ جان ۔

ماں :۔ جیتے رہو بیٹا ۔

ریاض :۔ اعجاز کہاں ہے ۔

ماں :۔ اپنے کمرے میں ہے تم وہیں چلے جاؤ ۔

ریاض :۔ نہیں خالہ جان یہیں بلائیے میں آج آپ کے سامنے اس سے

دو دو باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔
ماں :۔ (بائیں جانب دیکھ کر) لو وہ خود آ رہا ہے ۔
اعجاز :۔ السّلام علیکم ۔
ریاض :۔ وعلیکم السّلام ۔ اماں یہ کیا حالت بنا رکھی ہے ۔
صورت حیران بال پریشان داڑھی بڑھی ہوئی ۔ پورے مجنوں معلوم ہوتے ہو ۔
اعجاز :۔ (اداس لہجہ میں) تمہیں اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں ۔
ریاض :۔ دن گذارے عمر کے انسان ہنستے بولتے

جان بھی جائے تو میری جان ہنستے بولتے

اعجاز :۔ لیکن پیارے زبردستی تو ہنسا نہیں جا سکتا ۔
ریاض :۔ آخر کب تک بیوی کا سوگ منایا جائے گا ۔
اور تمہاری وجہ سے خالہ جان کی کیا حالت ہو رہی ہے ۔ کبھی غور بھی کیا ہے ۔
ماں :۔ کیا بتلاؤں ریاض ! اس کی حالت دیکھتے دیکھتے میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ۔ ٹھیک طرح سے کھانا پینا ترک کر دیا ہے ۔ دفتر سے چھٹی لے رکھی ہے ۔ دن بھر اپنے کمرے میں اداس پڑا رہتا ہے ۔
ریاض :۔ (اعجاز سے) اماں ہوش کے ناخن لو کچھ نہیں تو اپنی ماں کی حالت پر ہی رحم کھاؤ ۔
اعجاز :۔ (اداس لہجہ میں) آخر کیا کروں یار ! مجھے تو کچھ سجھائی نہیں دیتا ۔
ریاض :۔ کرنا کیا ہے دوسری شادی کر لو ۔

عجاز :۔ دوسری شادی! کیا یہ مرحومہ سے بیوفائی نہیں ہوگی ۔
یاض :۔ بیوفائی (قہقہہ لگاتا ہے) قطعی نہیں ۔ اگر اس کی موجودگی میں
تم ایسا تصور بھی کرتے تو یقیناً بے وفائی تھی ۔ اور اب جبکہ وہ اس دنیا
سے نہیں ہے تو پھر دوسری شادی کر کے گھر بسانا تمہارا عین فرض ہے ۔
اور اس طرح تم اپنی ماں کو بھی سکون پہنچا سکتے ہو ۔
عجاز :۔ لیکن دنیا کیا کہے گی ۔
یاض :۔ دنیا (قہقہہ لگاتا ہے) یہی کہے گی کہ تم نے ٹھیک کام کیا ہے ۔
عجاز :۔ کیا یہ نہیں کہے گی کہ یا تو رضیہ کی موجودگی میں اس پر جان چھڑکتے
تھے یا اس کے مرتے ہی دوسری شادی رچا بیٹھے ۔
یاض :۔ کوئی تم جیسا بیوقوف ہو تو کہے گا ۔
عجاز :۔ میں بیوقوف ہوں ۔
یاض :۔ بیوقوف نہیں تو اور کیا ہو! بیسویں صدی کے نصف آخر میں
ٹھارھویں صدی کی باتیں کر رہے ہو ۔ میرے بھائی کم از کم اپنے حالا
پر ہی غور کر لو ۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے ۔ یہی کوئی بتیس تینتیس سال ہوگی
تمہاری شادی ہو کر بھی کتنا عرصہ گذرا ہے ۔
ال :۔ پانچ ہی سال تو ہوئے ہیں بیٹا ۔
یاض :۔ جانے اللہ کی کیا مصلحت تھی کہ مرحومہ سے تمہیں کوئی اولاد بھی
نہیں ہوئی ۔
ال :۔ سچ بات ہے بیٹا شاید اس میں اس کی کوئی بہتری ہوگی ۔

ریاض :۔ یقیناً۔

ماں :۔ اس کی جوان مرگی کا رنج ہوتا ہے۔ اس کی دل موہ لینے والی طبیعت۔
(دکھ بھری آواز میں) کاش اس کے بجائے میں چلی جاتی۔

ریاض :۔ خالہ جان! اگر آپ خود اس طرح دکھ کریں گی تو پھر اعجاز کو ماتم کرنے کا پورا پورا موقع مل جائے گا۔ صبر کرنا چاہیئے اور مرحومہ کی مغفرت کیلئے بارگاہ رب العزت میں دعا کرنی چاہیئے۔

اعجاز :۔ برادر جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے۔

ریاض :۔ ہاں بھائی مجھے کب تمہارے دکھ کا اندازہ نہیں ہے لیکن سوچو تو اس سے کیا حاصل ہے۔ مرحومہ کی قبر بھی نہیں کہ شاہجہاں کی طرح مقبرہ تعمیر کر کے تم اپنی محبت کی تسکین کر سکتے۔ البتہ مرحومہ کے نام سے یتیم خانے میں پیسے جمع کرواؤ۔ یتیموں اور بیواؤں ......

اعجاز :۔ (بات کاٹ کر) اچھا پیر و مرشد اب اپنا وعظ ختم کیجئے۔

ریاض :۔ اچھا بابا خاموش ہو جاتا ہوں۔ لیکن کہو کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔

اعجاز :۔ کس بارے میں؟۔

ریاض :۔ شادی کے بارے میں۔

اعجاز :۔ شادی ــــ! اماں سے پوچھو مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو۔! کیوں کہ اب مجھے شادی کرنا بھی ہے تو اماں کی خاطر کرنا ہے۔

ماں :۔ (موقع کو غنیمت جان کر) ہاں بیٹا ہے کوئی لڑکی تمہاری نظر میں کیوں کہ میں اب جلد از جلد اس کی شادی کر دینا چاہتی ہوں۔

ریاض :۔ ایک لڑکی ہے (مسرت بھرے لہجہ میں) اور اتفاق سے یہ گولڈن چانس اعجاز کے حصے میں آیا ہے۔

ماں :۔ آخر کیا گولڈن چانس ہے بیٹے ۔ (دلچسپی لیتے ہوئے)

ریاض :۔ ابھی بتاتا ہوں (جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے)

اعجاز :۔ جیب سے کیا نکال رہے ہو۔؟

ریاض :۔ (نکال کر) دیکھئے یہ لڑکی کی تصویر ہے۔

اعجاز :۔ تو اب میں سمجھا ۔ جب سے اسی لئے تمہید باندھی جا رہی تھی۔

ریاض :۔ اماں خاموش رہو ۔ خالہ جان پہلے آپ تصویر تو دیکھئے ۔

ماں :۔ (بغور دیکھ کر) واقعی بہت خوبصورت ہے (قدرے رک کر) عمر کیا ہوگی !۔

ریاض :۔ یہی کوئی بیس اکیس سال ۔ اسی سال بی ۔ اے کیا ہے۔

ریاض :۔ اعجاز سے ۔ اماں دیکھو بھی کیا شرما رہے ہو !

اعجاز :۔ واقعی (دیکھ کر) واقعی خوبصورت تو ہے ۔

ماں :۔ لیکن گولڈن چانس کیا ہے ۔

ریاض :۔ نمبر ایک یہ کہ لڑکی کی دادی سخت بیمار ہے اور وہ لڑکی کے ہاتھ پیلے کر کے دنیا سے رخصت ہونا چاہتی ہے ۔ دوم یہ کہ خاندان اچھا ہے ۔ سوم یہ کہ اکلوتی ایک لڑکی ہے ۔ بڑے چاؤ سے شادی ہوگی ۔

ماں :۔ لیکن یہ تب ہی ہوگا جب بات پکی ہو جائے گی ۔

ریاض :۔ بات یہی ہے سمجھئے۔ لڑکی میرے دوست کی بہن ہے۔ اور رشتہ طے کرنے کا مجھے کامل اختیار دیا گیا ہے

ماں :۔ پھر تو ٹھیک ہے لیکن ایک نظر لڑکی کو تو دیکھ لیں۔

ریاض :۔ ضرور۔

ماں :۔ تو خدا چاہا تو یہ رشتہ طے سمجھو۔

ریاض :۔ بالکل۔

اعجاز :۔ ارے! ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ ذرا مجھے سوچنے کا تو موقع دو ——— !

ریاض :۔ اب سوچنا اوچنا کچھ بھی نہیں۔ ہم تمہیں دولہا بنا کے چھوڑیں گے (اٹھ کھڑا ہوتا ہے) تو خالہ جان اب میں چلا۔

ماں :۔ ارے بیٹھو۔ چائے تو پی کر جاؤ۔

ریاض :۔ نہیں خالہ جان۔ اب وقت نہیں ہے آداب عرض۔

ماں :۔ خدا تمہیں سکھی رکھے۔

ریاض :۔ (اعجاز سے) خدا حافظ۔ دولہا میاں۔

اعجاز :۔ معلوم ہوتا ہے تم نے مشاطہ گری بھی شروع کر دی ہے۔

ریاض :۔ (مسکراتے ہوئے) تمہاری خاطر یہ بھی کرنا پڑا۔

(چلا جاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

. . . .

چھٹا منظر

ورانڈے میں اعجاز کو دولہا بنایا جا رہا ہے۔ ماں بہن وغیرہ مختلف رشتہ دار دولہے کو سجا رہے ہیں۔ باہر بیانڈ دلخوش کن دھن بجا رہا ہے جو عموماً شادی بیاہ کے موقع پر بجائی جاتی ہے۔ مجمع کا ہلکا ہلکا شور سنائی دیتا ہے۔ کار کے ہارن کی اس طرح وقفہ وقفہ سے آواز سنائی دیتی ہے کہ جیسے کار مجمع کو چیرتی ہوئی نوشاہ کے گھر کے قریب پہنچ رہی ہے۔ ہارن موقوف ہوجاتا ہے۔ دفعتاً کوئی عورت عمدہ لباس میں ملبوس داخل ہوتی ہے۔

ہ عورت ! کس کی شادی ہو رہی ہے۔

ال :۔ اعجاز احمد کی۔

(سب لوگ پلٹ کر اس عورت کو گھورنے لگتے ہیں)

عجاز :۔ (ڈراؤنی آواز میں) بھو ۔۔۔ ت (ہیبت ناک لہجہ میں) بھوت ولی مجھے بچاؤ۔

ال :۔ (پریشان کن لہجہ میں) کیا ہے ؟

عجاز :۔ (اسی ہیبتناک لہجہ میں) رضیہ بھوت بن کر آئی ہے۔

ضیہ :۔ میں بھوت نہیں ہوں۔ میں آپ کی چہیتی بیوی رضیہ ہوں۔ جو مری ہیں بلکہ جس نے مرنے کا سوانگ رچا کر آپ کی نام نہاد محبّت کی آزمائش ہے۔ افسوس کہ میری جدائی میں مر جانے والے نہ صرف زندہ ہیں بلکہ شاہ بنے نئی دلہن بیاہنے جا رہے ہیں۔

اعجاز :- اس میں میرا کیا قصور ہے ۔ میں تو صرف ماں کے حکم کی لاج رکھ رہا تھا۔
ماں :- ہاں بیٹی ! اچھا ہوا تو آ گئی لیکن ایسی آزمائش اس قیامت کی ۔
رضیہ :- میں معافی چاہتی ہوں ! اماں جان ۔ ریاض بھائی کے کہنے میں آ گئی
جس دلہن کو آپ نے دیکھا تھا دراصل وہ ایک نئی ایکٹرس تھی ۔ دعوتی
کارڈز بھی تقسیم نہیں کئے گئے ۔ باہر کرایہ کا مجمع کھڑا ہے ۔
ماں :- اے ۔ واہ ۔ یہ سوجھی ریاض کے بچہ کو ! کہاں ہے وہ بدمعاش
بلاؤ اسے ۔ خوب ناٹک رچایا ہے ۔ ہم تینوں اس کے اشاروں پر
ناچتے رہے ۔
فہمین :- (داخل ہو کر) کہاں ہیں ریاض میاں ۔ وہ تو بھاگے جا رہے ہیں ۔
(بینڈ کی آواز جو دھیرے دھیرے آ رہی تھی قطعی موقوف ہو جاتی
ہے)
ماں :- پکڑ لاؤ ۔ بدمعاش کو خوب مذاق کیا ہے ۔ !
کسی کی جان گئی اور اس کی ادا ٹھہری !
(اعجاز شیروانی اتارنے لگتا ہے کہ ماں روک دیتی ہے)
ابھی رہنے دو ۔
اعجاز :- اچھا ہوا کہ میں مہندی نہیں لگایا ورنہ ماں اس کیلئے بھی مجبور کر رہی
تھیں ——— !
ماں :- تو کیا ہوتا ۔ تم آج دولہا بنے اپنی بیوی سے ملتے ۔
اعجاز :- ایسی جگ ہنسائی کا دولہا خدا نہ بنائے ۔

(حاضرین ہنستے ہیں)

ایک بڑھیا :- اللہ کرے آج کی ملاقات تمہیں باپ بنا دے ۔

ماں :- آمین ۔۔۔ فہیمن جاؤ اعجاز کا کمرہ سجاؤ کمرہ کو دولہن کا کمرہ بنا دو۔ اگر کوئی بادشاہ یا شہنشاہ کی بیٹی بھی لاکھوں کا جہیز لے کر آتی تو مجھے وہ خوش نصیب نہ ہوتی جو آج رضیہ کو دیکھ کر ہو رہی ہے ! ادھر آؤ بیٹی ۔
(اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی اور گلے لگا لیتی ہے) تمہاری آزمائش نے تو ہماری جان ہی لے لی تھی ۔ اب تم اپنے میاں سے بات چیت کرو ۔
(بائیں دروازے سے باہر چلی جاتی ہے اس کے ہمراہ حاضرین بھی چلے جاتے ہیں)

اعجاز :- رضیہ ۔ ! تم نے مجھے بے حد شرمندہ کیا اب میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔

رضیہ :- سرتاج میرے ۔۔۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ۔۔ یہ سب جال تو ریاض بھائی کا اور میرا بچھایا ہوا تھا جس میں آپ بھی آ گئے ۔ میں شرمندہ ہوں اور معافی چاہتی ہوں ۔

(اعجاز ہاتھ بڑھا کر اس کو سینے سے لگا لیتا ہے)

فیصلہ

کردار

لڑکے کی ماں ۔
لڑکے کی خالہ ۔
لڑکے کی بہن ۔

فریدہ :۔ ــــــــــــ لڑکی
حامد :۔ ــــــــــــ فریدہ کا باپ عمر ۴۶ سال
سعیدہ :۔ ــــــــــــ فریدہ کی عمر ۴۰ سال
آسیہ :۔ ــــــــــــ سعیدہ کی بہن
زینب :۔ ــــــــــــ حامد کی بہن عمر ۵۰ سال
ارشد :۔ ــــــــــــ زینب کا بیٹا عمر ۲۶ سال
حمیدہ بی :۔ ــــــــــــ مشاطہ عمر ۴۵ سال
نصیبن :۔ ــــــــــــ ملازمہ عمر ۳۰ سال

(ورانڈے میں داخل ہوتے ہوئے)

لڑکے کی خالہ :۔ ماشاء اللہ لڑکی کیا ہے چاند کا ٹکڑا ہے۔

لڑکے کی بہن :۔ واقعی خالہ جان۔! جی خوش ہوگیا میرا۔

حمیدہ بی :۔ (موقع سے فائدہ اٹھاکر) بیگمو! آپ نے بہت سی لڑکیاں دیکھی ہونگی۔ سچ کہئے گا۔ کہیں ایسی بھی لڑکی نظر سے گذری ہے۔

لڑکے کی خالہ :۔ واقعی حمیدہ بی۔! ہم جیسی لڑکی چاہتے تھے ویسی مل گئی۔

لڑکے کی ماں :۔ لیکن ابھی بات چیت بھی تو طے ہونا ہے۔

(سعیدہ داخل ہوتی ہے)

سعیدہ :۔ ہاں بہن آئیے نا! اب تو بھی منہ میٹھا کرتے لیجئے۔

لڑکے کی ماں :۔ چلیئے (اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ دوسرے حاضرین بھی اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔)

(اسٹیج کی روشنی مدھم ہوجاتی ہے اور ایک دل خوش راگ چھڑ جاتا ہے جو تین منٹ تک جاری رہ کر فیڈ آوٹ ہوجاتا ہے پھر روشنی تیز ہوجاتی ہے پھر سب لوگ ورانڈے میں داخل ہوتے ہیں۔

لڑکے کی ماں :۔ اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

لڑکی کی ماں :۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہم اپنا دل بھی رکھ دیں آپ لوگوں کے سامنے تو کم ہے۔

لڑکے کی ماں :۔ شکریہ! لیکن ہمیں لڑکی بے حد پسند آئی ہے۔

انیسہ :۔ اس کا تو ہمیں یقین تھا۔

کوئی عورت :۔ پھر تو چٹ منگنی پٹ بیاہ ہونا چاہیئے ۔

لڑکے کی خالہ :۔ ایک ضروری مسئلہ طے ہو جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے ۔

انیسہ :۔ وہی لین دین کا ۔

لڑکے کی خالہ :۔ ذرا دولہے کے باپ اور چچا سے مشورہ کرنا ہے اور خود دولہا کی خواہشات بھی معلوم کرنی ہے ۔

انیسہ :۔ پھر کب طے ہوگا ۔

لڑکے کی ماں :۔ جلد ہی ۔ لیکن یہ کام بی حمیدہ کا ہے کہ آپ کے اور ہمارے درمیان دوسری ملاقات کا موقع بہم پہنچائے ۔

حمیدہ بی :۔ جب تک ہمارے دم تم سلامت ہیں میں دوڑ دھوپ سے کب ڈرتی ہوں ۔

لڑکے کی ماں :۔ ہاں حمیدہ بی ! تم سے ہی امید ہے ۔ (اٹھ کھڑی ہو لی ہے ۔ ساتھ ہی دوسری عورتیں بھی اٹھ کھڑی ہوتی ہیں ۔

اچھا تو اب اجازت دیجیے ۔

سعیدہ :۔ اچھا !

(لڑکے والے بائیں دروازے سے باہر چلے جاتے ہیں اور لڑکی والے بائیں جانب سے گھر کے اندر)

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

(سعیدہ ورانڈے میں بیٹھے پاندان کھولے پان کھا رہی ہے کہ حمیدہ بی داخل ہوتی ہیں)

حمیدہ بی :- ! آداب بیگم صاحب۔

سعیدہ :- آداب۔ آؤ۔ آؤ۔ تم یاد بھی آ رہی تھیں۔

(حمیدہ بیٹھ جاتی ہے)

حمیدہ بی :- مجھے چین کہاں ہے۔ شادی کی گھڑی آئے گی تو سکون کا سانس لوں گی۔

سعیدہ :- کیا خوشخبری لائی ہو۔

حمیدہ بی :- ایک سندیسہ ہے۔

سعیدہ :- کیا ہے ؟ جلد سناؤ !

حمیدہ بی :- لڑکے کی ماں دریافت کرتی ہیں کہ شادی پر کیا صرفہ کیا جائے گا ـــــــ !

سعیدہ :- آخر ہم ماں باپ ہیں بہتر سے بہتر طور پر لڑکی کی شادی کرنے کی کوشش کریں گے۔

حمیدہ بی :- اس سے کس کو انکار ہے۔ لیکن آجکل لڑکے والے سب سے پہلے اس بات سے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔

سعیدہ :- اور اس طرح وہ لڑکی والوں کی زبان پکڑ لیتے ہیں۔

حمیدہ بی :- جی ہاں۔

سعیدہ :- لڑکے والوں نے تو آجکل شادی کو کھلا بزنس بنالیا ہے۔

حمیدہ بی:۔ ہوا ہی ایسی چل رہی ہے بیگم صاحب ۔ ہر لڑکی والا پریشان ہے آجکل ۔

سعیدہ:۔ آخر چاہتے کیا ہیں وہ لوگ ۔

حمیدہ بی:۔ لڑکا انجینیر ہے اس لئے ماں باپ کا دماغ . . . . . .

سعیدہ:۔ (بات کاٹ کر) ہاں ہاں ہوگا آسمان پر لیکن ان کا منشاء تو ہمیں معلوم ہو !

حمیدہ بی:۔ یہی کہ آپ پچاس ہزار کا صرفہ کریں ۔

سعیدہ:۔ پچاس ہزار ۔ ! یہ پچاس ہزار لائیں کہاں سے . ؟

حمیدہ بی:۔ لڑکے کی تنخواہ معقول ہے اور بالائی آمدنی اس سے بڑھ کر ایسے لڑکے کو چھوڑنا نہیں چاہیئے ۔ بیگم صاحب لڑکی سدا عشرت کے جھولے میں جھولے گی ۔

سعیدہ:۔ تو کیا ہم بک جائیں ؟ ۔

حمیدہ بی:۔ پھر بھی اتنا جلد فیصلہ نہ کیجیئے ایسا نہ ہو کہ بعد کو پچھتانا پڑے کیوں کہ ایک اور لڑکی کو دیکھنے جا رہے ہیں وہ لوگ ۔

سعیدہ:۔ اچھا ۔ (خون کھا کر) زیادہ سے زیادہ تیس ہزار روپیہ خرچ کر سکتے ہیں ۔ آگے ان کی مرضی ۔

حمیدہ بی:۔ ہاں ایسا کیجیئے ۔ اب بات بننے کی کوئی صورت پیدا ہوئی ۔

سعیدہ:۔ لیکن وہ راضی بھی تو ہوں ۔ !

حمیدہ بی:۔ ان کو راضی کرنا میرا کام ۔ کہاں ملے گی انہیں ایسی چاند سی لڑکی ۔

حمیدہ بی :۔ مگر کب تک جواب لے آؤ گی!
حمیدہ بی :۔ جلد ہی ۔ مجھے خود بے چینی رہتی ہے۔
سعیدہ :۔ نصیبن پاندان لے آؤ ۔
نصیبن :۔ لائی بیگم صاحب ۔
(نصیبن پاندان لے آتی ہے اور سعیدہ کے سامنے رکھ دیتی ہے
سعیدہ پان بنا کر کھاتی ہے اور ایک بیڑا بنا کر دس روپیے کی نوٹ
لے ساتھ حمیدہ کے حوالے کر دیتی ہے)
حمیدہ بی :۔ (پان و نوٹ لیکر اٹھتی ہے ....) آداب اب اجازت
چاہتی ہوں ۔
سعیدہ :۔ اچھا ۔
(حمیدہ بی دائیں جانب کے دروازے سے چلی جاتی ہے)
(پردہ گرتا ہے)

تیسرا منظر

(حامد ڈرائنگ روم میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا ہے کہ سعیدہ داخل ہوتی
ہے) ——!
سعیدہ :۔ کبھی کیا اخبار ہی دیکھتے رہیں گے یا کچھ بات چیت بھی کریں
گے ۔

حامد :- یہ لو اخبار رکھ دیتا ہوں (بازو رکھ دیتا ہے)

کہو کیا کہنا ہے ؟ ۔

سعیدہ :- حمیدہ بی آئی تھیں ۔

حامد :- اچھا ۔ تو کیا سندیسہ لائی تھیں ۔

سعیدہ :- لڑکے والے چاہتے ہیں کہ ہم پچاس ہزار کا صرفہ کریں ۔

حامد :- پچاس ہزار ۔ اور کیا امید کی جا سکتی ہے لڑکے والوں سے ۔!

تو کیا جواب دیا تم نے ؟ ۔

سعیدہ :- کہہ دیا کہ ہم سے نہیں ہو سکتا ۔

حامد :- ٹھیک کیا تم نے ۔

سعیدہ :- لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ تیس ہزار کی حد تک ہم صرفہ کر سکتے ہیں ۔

حامد :- (سنجیدہ ہو کر) یہ کیوں کہہ دیا تم نے ۔ کیا ہیں تمہارے پاس تیس ہزار ۔

سعیدہ :- آپ کے مشورہ کے بغیر کہنا تو نہیں چاہیئے تھا لیکن آپ دورے پر تھے اور پیام ٹوٹ جانے کا اندیشہ تھا اس لئے میری زبان سے نکل ہی گیا ۔

حامد :- تو پھر کرو تیس ہزار کا انتظام ۔

سعیدہ :- میں کیا کر سکتی ہوں ۔ کرنا تو آپ ہی کو ہوگا ۔

حامد :- میں اپنے دعوے کے مطابق بیس ہزار کا انتظام کر دوں گا

فی کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔
عیدہ :۔ کیسے نہیں ہیں ذمہ دار کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ لڑکی سدا
کھی رہے۔!
مد :۔ کیوں نہیں! لیکن مزید بیس ہزار کا انتظام ہوگا کہاں سے یہ کوئی
مولی رقم تو ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے رشوت نہیں کھا کر
ت غلطی کی ہے۔
یدہ :۔ مکان رہن رکھوا دیں گے۔
مد :۔ (طیش میں آکر) مکان ۔ مجھے کبھی بیچ دو نا اپنی لاڈلی کی
دی کے لئے۔
یدہ :۔ اس قدر کیوں خفا ہو رہے ہیں آپ۔!
مد :۔ خفا نہ ہوں تو خوش ہوں! تم تو ہر وقت کوئی نہ کوئی آفت
اکر دیتی ہو کہ زندگی عذاب بن جاتی ہے۔
یدہ :۔ میں نے کونسی نئی بات کہی ہے۔ پچاس ساٹھ ہزار تو آج کل
کی والے خرچ ہی کر رہے ہیں اس کے بغیر تو کوئی اچھا لڑکا ملنا مشکل
ہے ــــــــ!
مد :۔ ایسے کونسے سرخاب کے پر لگے ہیں اس کو؟۔
یدہ :۔ سرخاب کے پر۔! سونے کی چڑیا ہے لڑکی جنت میں رہیگی۔
مد :۔ سونے کی چڑیا۔ اور جنت۔! اس مشاطہ نے تو تمہارا دماغ
خراب کر دیا تب ہی ایسی باتیں کر رہی ہو۔

سعیدہ :۔ کیا لڑکی کو اونچے گھر میں دینے کی کوشش کرنا دماغ خرا
کی علامت ہے !
حامد :۔ لڑکی کو ضرور اونچے گھر میں دینا چاہیئے ۔ لیکن اس طرح نہیں
برباد کر لیا جائے ۔
سعیدہ :۔ میں نے ایسی کونسی تباہی کی بات کہی ہے ؟ ۔
حامد :۔ جب مکان رہن ہو جائے گا تو ایک دن بک بھی جا
طرح نہ صرف ہم بے گھر ہو جائیں گے بلکہ باپ دادا کی یادگار بھی
جو نہ صرف امن و آسائش کا بلکہ عزت کا باعث بھی ہے ۔
(نصیبن دوڑتی آتی ہے)
نصیبن :۔ بیگم صاحب ۔ حمیدہ بی آ رہی ہیں ۔
حامد :۔ وہ کمبخت کہاں پیچھا چھوڑنے والی ہے ۔ جونک
گئی ہے ۔
سعیدہ :۔ خاموش بھی رہیئے ۔
(زن و شوہر خاموش ہو جاتے ہیں)
حمیدہ بی :۔ (داخل ہو کر) آداب عرض کرتی ہوں ۔
سعیدہ :۔ آداب ۔
حمیدہ بی :۔ صاحب کی خدمت میں بھی آداب بجا لاتی ہو
حامد :۔ (رکھائی سے) آداب
حمیدہ بی :۔ میں ٹھیک وقت پر آئی ۔ آج صاحب بھی مو

حامد :۔ کہو کیا نیا سندیسہ لائی ہو۔
حمیدہ بی :۔ کوئی نیا سندیسہ نہیں بیگم صاحب کی بات کا جواب لائی ہوں۔
سعیدہ :۔ تو سناؤ حمیدہ بی۔
حمیدہ بی :۔ حضور انعام کی مستحق ہوں۔ آپ کی بات منوا کر رہی۔ آپ کی طرف سے تیس ہزار کی شادی ہو گی۔
سعیدہ :۔ کیوں کر رضامند نہیں ہوتے لڑکی بھی تو بہت پسند آئی تھی انہیں۔
حمیدہ بی :۔ (قدرے خفا ہو کر) تو گویا میری کوئی کارگذاری ہی نہیں اسمیں۔
سعیدہ :۔ تمہاری کارگذاری کیسے نہیں یہ سب کچھ تمہاری کوشش سے تو ہو رہا ہے۔
حمیدہ بی :۔ دولہا کی ماں ملاقات کی مشتاق ہیں تاکہ بات پکی کر لی جائے۔
سعیدہ :۔ لیکن ان کی طرف سے کیا صرفہ ہو گا؟ یہ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔
حمیدہ بی :۔ میرے خیال میں وہ بھی بارہ پندرہ ہزار تو صرف کریں گے ہی۔ پھر بھی آپ ملاقات میں اس بات کو صاف کر لیجیے۔
سعیدہ :۔ روا روی میں تو کوئی ملاقات کی تاریخ مقرر نہیں کی جا سکتی۔
حمیدہ بی! ایسا کرو تم اتوار کو آجاؤ تب تک کسی تاریخ کا تعین کر کے رکھیں گے۔
حمیدہ بی :۔ بہت بہتر بیگم صاحب (اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور سعیدہ نصیبن کو پکارتی ہے دوسرے لمحے نصیبن آموجود ہوتی ہے)

سعیدہ :- حمیدہ بی کو لیجاؤ کچھ ان کی خاطر تواضع کرو ۔
نصیبن :- آئیے حمیدہ آپا ۔
(دونوں باورچی خانے کی طرف چلے جاتے ہیں کہ پھر زن و شوہر میں مکالمہ شروع ہوتا ہے ۔)
سعیدہ :- (منانے کے انداز میں) سرکار میرے غصّہ دور کر دیجئے ۔ اب تو لڑکے والے رضامند بھی ہو گئے ہیں میں نے جو زبان دی ہے اس کو نبھائیے ۔
حامد :- تم فضول کی ضد لے بیٹھی ہو بیگم ! ۔ اپنا ارشد ہی ٹھیک ہے نہ لین دین کا جھگڑا نہ کوئی اور شرائط ۔
سعیدہ :- میں نے ہزار بار کہہ دیا ہے کہ میں رضامند نہیں ہوں ۔ پھر بھی بار بار ارشد کا ذکر چھیڑ کر چرکہ لگاتے ہیں آپ ۔ کیا ہے آپ کا ارشد (حقارت سے) ایک معمولی ٹیچر ! نہ کوئی معقول تنخواہ نہ کوئی آمدنی ۔ میں لڑکی کو جہنم میں جھونکنا نہیں چاہتی ۔
حامد :- میری بہن کا گھر جہنم ہے ۔
سعیدہ :- لڑکی کے حق میں جہنم نہیں تو اور کیا ہے ۔ کل کو بال بچے ہوں گے تو میری لڑکی کی زندگی سے سکھ چھن جائے گا ۔
حامد :- تم ان کے مستقبل کی فکر کیوں کرتی ہو ۔ دونوں پڑھے لکھے ہیں اپنا مستقبل آپ بنالیں گے
سعیدہ :- (طنز سے) خوب بنالیں گے ۔ یہی نا کہ گھر غربت اور افلاس

ا نمونہ ہوگا ۔

ا مد :۔ دونوں مختلف پلانس بنا کر گھر کو جنت بنا سکتے ہیں ۔

سعیدہ :۔ (زچ ہوکر) آپ سے کون بحث کرے ! بہرحال ایسے پیام

رکھو کر عمر بھر پچھتانا پڑے گا ۔

حامد :۔ کوئی پچھتاوا نہیں ہوگا ۔ بلکہ زندگی بھر سکون رہے گا کہ ہم نے

غلطی نہیں کی ۔

سعیدہ :۔ (طیش سے) خیر آپ بچی کی زندگی تباہ کرنے پر تلے ہوئے

ہیں تو شوق سے تباہ کیجئے ۔ لیکن یاد رکھئے میں شادی میں شریک

نہیں ہوں گی ۔

حامد :۔ کیوں اتنا ناراض ہوتی ہو ۔

سعیدہ :۔ (دکھی آواز میں) اور نہ میرا کوئی رشتہ دار شریک ہوگا ۔

(نصیبن دوڑتی آتی ہے)

نصیبن :۔ صاحب آپ کی بہن اور ارشد میاں آرہے ہیں

سعیدہ :۔ آپ کی بہن تو جونک بن کر چمٹ گئی ہے ۔ ہمارا پیچھا

چھوڑتی ہی نہیں ۔

حامد :۔ خاموش رہو کہیں سن لیں گی وہ ۔

(دونوں خاموش ہو جاتے ہیں ۔ زینب اور اس کا لڑکا ارشد

داخل ہوتے ہیں ۔ حامد اور سعیدہ اٹھ کر استقبال کرتے ہیں اور

سب ایک دوسرے کو سلام کرکے بیٹھ جاتے ہیں ۔)

زینب :۔ ارشد لکچرار بن گیا ہے ۔ پرسوں ہی آرڈر ملا ۔ اس کا باپ تو رہا نہیں (آنچل سے آنسو پوچھ کر) اب تم لوگوں سے بڑھ کر کون خوش ہونے والا ہے اس لئے خوشخبری سنانے چلی آئی ۔

حامد :۔ اچھا کیا آیا تم نے ۔ ہمیں بھی خوشی ہے کہ ہمارا بھانجا لکچرار بن گیا ہے ۔

ارشد :۔ یہ ہے ۔

(جیب سے نکال کر دیتا ہے)

حامد :۔ پڑھ کر ۔ تمہیں حیدرآباد میں جگہ مل گئی ہے ۔

ارشد :۔ جی ہاں ۔

حامد :۔ مبارک بیٹے ۔ (لیٹر واپس کرتا ہے جس کو ارشد جیب میں رکھ لیتا ہے)

ارشد :۔ (اٹھ کر سلام کرتا ہے) یہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ماموں جان ۔

حامد :۔ آگے اور بھی ترقی کے چانسس ہیں !

ارشد :۔ جی ہاں ۔ فی الحال دکھنی ادب پر ریسرچ کر رہا ہوں ۔

حامد :۔ (خوشگوار لہجہ میں) بہت اچھا ہے ۔

سعیدہ :۔ ارشد میاں اللہ تمہیں اور ترقی دے ۔

ارشد :۔ آپ کی دعاؤں کا طفیل ہے ممانی جان ۔

اچھا اب اجازت چاہتا ہوں ۔

حامد :۔ کیوں ارشد اتنی جلدی کم از کم دوپہر کا کھانا تو کھا کر جاؤ ۔

ارشد :- اجازت دیجئے — کالج جانا ہے ۔ اماں ٹھہر رہی ہیں ۔
حامد :- ٹھیک ہے جا سکتے ہو ۔
(ارشد حامد اور سعیدہ کو سلام کر کے رخصت ہوتا ہے)
حامد :- آپا آپ کی مصیبت کے دن کٹ گئے ۔
زینب :- ہاں حامد میاں اللہ کا احسان ہے ۔ اب ایک ہی فکر ہے ۔
ارشد کی شادی ہو جائے تو سکون کا سانس ملے ۔
حامد :- وہ بھی ہو جائے گی ۔ آپ اتنی عجلت کیوں کرتی ہیں ۔
زینب :- یہ عجلت ہے ۔ کب سے ٹال مٹول کر رہے ہیں آپ لوگ !
میں آج سوچ کر آئی ہوں کہ کوئی جواب لیکر ہی اٹھوں گی ۔ ہاں یا نہیں ۔
حامد :- آپا میں بھی اس الجھن سے تنگ آگیا ہوں ۔
زینب :- الجھن ۔ کاہے کی الجھن ۔
حامد :- اپنی بھاوج سے پوچھ لو ۔
زینب :- ہاں سعیدہ کہو کیا الجھن ہے ۔
سعیدہ :- میں کیا بتلاؤں ۔ جو کہہ رہے ہیں ان ہی سے پوچھئے ۔
حامد :- ہاں ۔ ہاں ۔ میں ہی بتلا دیتا ہوں آخر کوئی بات کب تک چھپائی
جا سکتی ہے — آپا الجھن یہ ہے کہ میں فریدہ کو ارشد کو دینا چاہتا
ہوں اور بیگم کسی دوسرے لڑکے کو ۔ اور بیگم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ فریدہ
کی ارشد سے شادی کی صورت میں نہ تو وہ شادی میں شریک ہو گی
اور نہ ان کا کوئی رشتہ دار ۔

زینب :۔ (حیرت سے) ارے... ایسی کیا برائی ہے میرے لڑکے میں۔
حامد :۔ سعیدہ سے ہی پوچھ لیجئے...!
زینب :۔ کہو سعیدہ کیا برائی ہے میرے لڑکے میں! آخر مجھے بھی تو معلوم ہو!
تاکہ میں خود ہی واپس ہو جاؤں۔
(سعیدہ اچانک منہ پھیر کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اندر چلی جاتی ہے)
حامد :۔ اور اگر میں بیگم کی بات مان لوں تو نہ صرف یہ میری مرضی کے خلاف ہوگا
بلکہ آپ لوگ بھی مجھ سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ غرض فریدہ کی شادی
کے ساتھ گھر کے سکون کا خاتمہ نظر آتا ہے۔
زینب :۔ اُف ـــ! کیا زبردست لاوا پھوٹ پڑا ہے۔
حامد :۔ لیکن میں اس مسئلہ کے حل کو قابو سے باہر سمجھتے ہوئے بھی ایسا حل
چاہتا ہوں جو ہم تینوں کیلئے قابل قبول ہو۔
زینب :۔ (سوچ کر) ایسی تو کوئی صورت نظر نہیں آتی حامد میاں۔
حامد :۔ ہے ایک صورت!
زینب :۔ وہ کونسی۔
حامد :۔ وہ یہ کہ مسئلے کو فریدہ کے سپرد کر دیا جائے۔
زینب :۔ (اور حیرت سے) فریدہ کے۔
حامد :۔ آپ کو حیرت تو ہو رہی ہوگی لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ
ہم سب کا ہوتے ہوئے بھی یہ اس کا اپنا ذاتی مسئلہ ہے وہ جو بھی فیصلہ
کریگی ہم تینوں کو قبول کرنا ہوگا۔

زینب :- مجھے منظور ہے ۔ میں فریدہ کو زبردستی بہو بنانا نہیں چاہتی ۔ پھر ہمیں کوئی لالچ بھی نہیں ہے ۔ ارشد تو بارہا کہہ چکا ہے کہ اس کو فریدہ کے سوا ماموں جان کی کوئی اور چیز نہیں چاہیئے ۔

حامد :- (حیرت سے) اچھا ؟ ۔

زینب :- اگر آپ کو شک ہے تو بلا کر پوچھ لیجئے ۔

حامد :- نہیں آپا ۔ مجھے آپ پر شک کیسے ہو سکتا ہے ۔ ! حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس لالچی دور کا ذرا بھی اس پر اثر نہیں پڑا ہے ۔

زینب :- کیسے اثر پڑتا حامد میاں جو خود اپنی زندگی کا آپ معمار ہو وہ کب پرائی دولت پر نظر رکھتا ہے ۔ میرے ارشد میں تو زمانے سے ٹکرّ لینے کی ہمّت ہے ۔

حامد :- شاباش میرا بھانجا ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔

زینب :- تو بلائیے سعیدہ کو ۔

حامد :- وہ نہیں آئے گی ۔ سخت ناراض ہو کر گئی ہے میں خود ہی جا کر بلاتا ہوں ۔

(اٹھ کر اندر چلا جاتا ہے زینب سوچ بچار میں غرق رہتی ہے کہ دوسرے منٹ نصیبن ہاتھ میں چائے کی ٹرے لئے داخل ہوتی ہے ۔ ٹرے میں چائے کے ساتھ بسکٹ اور پھل بھی موجود ہیں ۔ ٹرے زینب کے آگے رکھ دیتی ہے)

نصیبن :- لیجئے ۔ شروع کیجئے ۔ صاحب بیگم صاحب کو منانے میں مصروف

ہیں ۔ (زینب ہاتھ بڑھا کر سیب اٹھاتی ہے اور کھانے لگتی ہے)

زینب :- کیا تمہارے صاحب ہمیشہ بیگم صاحب کو منایا کرتے ہیں ؟ ۔

نصیبن :- ہوتا تو ایسا ہی آیا ہے ۔

زینب :- خوب — ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حامد صاحب بھی زن مرید واقع ہوئے ہیں ۔

نصیبن :- ہیں تو سہی ! (ہنس کر) میرے خیال میں ہر شریف آدمی زن مرید ہی ہوتا ہے ۔

زینب :- غلط ہے ۔ منصف مزاج ہوتا ہے ۔ زن مرید آدمی ایک دن اپنے خاندان کو تباہ کر دیتا ہے ۔

نصیبن :- کیا ہے کی بیگم صاحب ۔ میری زبان سے نکل گیا ۔ ہمارے میاں تو ہماری کچھ سنتے ہی نہیں ۔

زینب :- یہ بھی غلط ہے ۔

(پھر نصیبن چائے بنا کر دیتی ہے اور جیسے ہی چائے ختم کرتی ہے حامد اور سعیدہ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

حامد :- ہاں تو سعیدہ ظاہر کرو اپنا خیال ۔

سعیدہ :- ہاں ۔ ہاں میری بچی ایسی جاہل بھی نہیں کہ بھلے برے کی تمیز نہ کر سکے ۔ وہ دانشمندی ہی کا ثبوت دے گی آپ کی شرط مجھے منظور ہے ۔

حامد :- آپ کا کیا خیال ہے آپا ۔

زینب :- میں تو پہلے ہی رضامندی کا اظہار کر چکی ہوں ۔

حامد :- صرف باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں جس پر سب کو دستخط کرنے ہوں گے۔ تاکہ بعد میں انکار کی گنجائش نہ رہے۔

زینب :- ضرور لکھئے۔

سعیدہ :- شوق سے لکھئے۔

حامد :- (اپنی جیب پر نہ پاکر) پن ؟

سعیدہ :- (تلاش کر کے) یہ لیجئے پن اور یہ رہا پیڈ۔

(حامد کاغذ پر لکھتا ہے اور لکھنے کے بعد)

حامد :- یہ لو پڑھ کر سناتا ہوں۔

لڑکا نمبر ۱	لڑکا نمبر ۲
اشفاق احمد	ارشد حسین
اسسٹنٹ انجینیر	لکچرار

فریدہ سلطانہ بنت محمد حامد مندرجہ بالا ہر دو لڑکوں میں سے بطور شریک حیات جس کا انتخاب کر لے گی ہمیں یہ رشتہ بخوشی منظور ہوگا۔

حامد۔ (دونوں خواتین سے) ٹھیک ہے۔

زینب }
سعیدہ } (دونوں ایک ساتھ) ٹھیک ہے۔

حامد :- (دستخط کر کے کاغذ سعیدہ کی طرف بڑھاتا ہے) یہ لو بیگم میں دستخط کر چکا۔

سعیدہ :- (دستخط کر کے) یہ لیجئے آپا میں بھی دستخط کر چکی۔

زینب :۔ (دستخط کر کے) یہ رہی میری دستخط ۔
حامد :۔ (کاغذ اپنے پاس رکھ کر پکارتا ہے) نصیبن !
نصیبن :۔ (داخل ہو کر) جی صاحب !
حامد :۔ فریدہ کو بلاؤ ۔
نصیبن :۔ جی ابھی بلائی (جاتی ہے)
فریدہ :۔ (دوسرے منٹ داخل ہو کر) آداب عرض ہے پھوپھی جان !
زینب :۔ جیتی رہو بیٹی ۔
حامد :۔ فریدہ اس جمہوری دور میں کسی کا حق خود اختیاری چھیننا مناسب نہیں چاہے وہ اولاد کیوں نہ ہو ! اس لئے ہم تینوں نے متفق ہو کر تم کو شریک حیات چننے کی آزادی دی ہے ۔ تم بے جا شرم و حیا سے کام نہ لو اور آزادانہ طور پر اپنی پسند کا اظہار کر دو یہ کاغذ لو ۔ اس پر ہم نے دو امیدوار لڑکوں کے نام لکھ دیئے ہیں جس کو تم انتخاب کرنا چاہتی ہو اس کے نام کے محاذی پن سے اپنی رضا مندی کا نشان لگاؤ ۔ اور اگر دونوں ہی ناپسند ہو تو دونوں کے نام کے آگے جلیبا لگا دو ۔ بہر حال تم کو مکمل آزادی ہے ۔

(فریدہ بغیر کچھ جواب دیئے جانے لگتی ہے ۔)

حامد :۔ فریدہ ٹھہر جاؤ (فریدہ رک جاتی ہے) کیوں واپس جا رہی ہو ؟ اگر آج تم خاموش ہو گئیں تو یہ گھر ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائیگا بیٹی ۔
فریدہ :۔ نہیں پپا یہ کام مجھ سے نہیں ہو گا ۔

حامد :۔ تم کو کرنا ہی ہوگا یہ کام ۔
سعیدہ :۔ ہاں بیٹی شرم حیا کو ترک کردو اور کسی ایک لڑکے کا انتخاب
کرو ایسا انتخاب کہ تمہارا گھر سدا خوشیوں کا گہوارہ رہے ۔
زینب :۔ ہاں بیٹی تم کو اب دیر نہیں کرنی چاہیئے ۔
(نصیبن داخل ہوتی ہے)
سعیدہ :۔ (آگے بڑھ کر) یہ رہا قلم اور یہ رہا کاغذ ۔
(لیکن فریدہ شش و پنج میں کھڑی رہتی ہے ۔
نصیبن :۔ بی بی رکھ دیجئے کاغذ میری پیٹھ پر اور لائیے قلم ۔
(کاغذ و قلم لیکر فریدہ کے قریب پہنچتی ہے ۔ اور قلم اس کو دے کر
پشت کئے کھڑی ہوجاتی ہے ۔)
نصیبن :۔ آ ۔ آ ۔۔۔ اے ۔ لیجئے بی بی نے نشان لگا دیا ۔
خوشی سے تالی بجاتی ہے ۔
(حامد لپک کر کاغذ فریدہ کے ہاتھ سے لے لیتا ہے اور نشان
دیکھ کر خاموش ہوجاتا ہے ۔ ادھر فریدہ قلم نصیبن کو دے کر شرما کر
بھاگ جاتی ہے)
حامد :۔ یہ دیکھئے فریدہ نے اپنی پسند کا نشان لگا دیا ہے ۔
(زینب اور سعیدہ لپکتے ہیں ۔)
سعیدہ :۔ ارے (نشان دیکھ کر) ارے یہ کیا ۔ ! اس نے ارشد
کے نام پر نشان لگا دیا ۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ فریدہ اتنی عقل کی کچی ہے

تو حامد صاحب کی یہ شرط مانتی ہی نہیں ۔
حامد :- کسی بات کو تسلیم کر لینے کے بعد چے میگوئیاں کرنا شریفوں کے آئین کے خلاف ہے سعیدہ ۔
سعیدہ :- اب تو آپ کو مجھے خاموش کرنے کا موقع مل گیا ۔ جشن منائیے ۔ نادان لڑکی اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارلی ۔ (اٹھ کر اندر چلی جاتی ہے)
حامد :- آپا آپ برا مت مانیئے یہ زخمی شیر کی چیخ و پکار ہے ۔ دل کی بھڑاس نکال لینے دیجئے ۔ تاکہ سکون مل جائے ۔
زینب :- آج میرے دل میں خوشی و غم کے امتزاج کی کیفیت موجزن ہے خوشی اس بات کی کہ آپ کے اور فریدہ کے دل کی بات معلوم ہو گئی اور رنج اس کا کہ میری بھاوج کو کتنا بیر ہے مجھ سے ۔ آج سارا زہر اگل دیا اس نے ۔
حامد :- آپا میں آپ سے پھر گذارش کروں گا کہ آپ قطعی خفا نہ ہوئیے یہ وقت تو ہمارے لئے بقول سعیدہ کے جشن منانے کا ہے ۔ آج منھ میٹھا کر کے جائیے ۔ میں ابھی آپا سعیدہ کو لے کر آتا ہوں ۔
(اٹھ کر اندر چلا جاتا ہے)
زینب :- بے اختیار گنگنانے لگتی ہے ، آج اپنی محنتوں کا مجھ کو ثمرہ مل گیا ۔ مجھ کو ثمرہ مل گیا ۔
نصیبن :- (ہنستی مسکراتی داخل ہوتی ہے) بیگم صاحب یہ رشتہ اللہ مبارک

کرے آپ کو۔ آج میرا دل خوشی سے پھولا نہیں سما رہا ہے۔ میرا بیکل من
ناچنے کیلئے مچل رہا ہے۔ مستی میں ناچنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کا ناچ
دیکھ کر زینب کے دل میں بھی خوشی کے فوارے پھوٹ پڑتے ہیں۔ وہ ناچتی
ہی رہتی ہے کہ حامد اور سعیدہ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ نصیبن جیسے
ہی ان کو دیکھتی ہے ناچنا بند کر کے اندر بھاگ جاتی ہے۔

سعیدہ:۔ (مسکراہٹ کے ساتھ) چلیئے آپا اندر چلیئے منھ میٹھا کر کے جائیے۔
(تینوں اندر چلے جاتے ہیں۔)

(پردہ گرتا ہے)

آخری ہفتہ

افراد

محسن:- یو۔ ڈی۔ سی عمر ۴۲ سال

محمودہ:- محسن کی بیوی عمر ۳۵ سال۔

مرزا:- محسن کا ہم عمر اور ہم پیشہ دوست

کھتری:-

مشتاق:- محسن کا بڑا لڑکا عمر ۱۵ سال

رضیہ:- محسن کی لڑکی عمر ۱۳ سال

اور دیگر بچے۔

ایک متوسط کمرہ جس کے بیچوں بیچ شمالی دیوار سے متصل ایک مسہری پڑی ہے۔ دیوار میں دائیں بائیں دو کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جو اس وقت بند ہیں۔ دیوار پر عین درمیان میں ایک کلاک آویزاں ہے جس میں صبح کے چھ بج رہے ہیں۔

مسہری کے بالمقابل ایک چھوٹا سا ٹیبل اور تین کرسیاں پڑی

ئی ہیں ۔ دائیں جانب مشرقی دیوار سے متصل لکھنے کی میز کرسی پڑی ہے ۔
ز پر رائٹنگ پیڈ اور چند کتابیں بے ترتیب پڑی ہوئی ہیں ۔ میز کے قریب
مشرقی دیوار میں ایک دروازہ ہے جو زنان خانے میں کھلتا ہے ۔ اسی
روازے کے بالمقابل بائیں جانب مغربی دیوار میں ایک دروازہ لگا ہوا
ہے جو اس وقت بند ہے اور باہر کھلتا ہے یعنی یہ کمرہ بیک وقت محسن
خواب گاہ اور ڈرائنگ روم کا کام دیتا ہے ۔

پہلا منظر

جیسے ہی پردہ اٹھتا ہے محمودہ زنان خانے کے دروازے سے
رے میں داخل ہوکر محسن کو جگاتی ہے جو دیوار کی جانب کروٹ لیے
بے خبر سو رہا ہے ۔
ودہ :۔ (محسن کو جھنجھوڑتے ہوئے) اٹھئے بھی کب تک سوتے رہیں گے گویا
ن :۔ (جاگ کر) لاحول ولا قوۃ ! تم تو چھٹی کے دن بھی سونے نہیں دیتیں !
آنکھیں ملتے ہوئے) ابھی کہاں دن چڑھ آیا ہے ۔
ودہ :۔ (قدرے برہم ہوکر) گھر میں اناج کا ایک دانہ نہیں ہے
نہ ہاتھ میں ایک پیسہ ۔ تین دن سے کہہ رہی ہوں کہیں سے پیسہ کا
بندوبست کیجیے لیکن آپ کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی اور ابھی
چڑھنے کا انتظار ہو رہا ہے ۔
ن :۔ (اٹھ کر بستر پر پریشان بیٹھ جاتا ہے) کیا کہا ؟

اناج کا ایک دانہ نہیں ہے! یا خدا (اپنے آپ سے) اب کیا کیا جائے۔
(محمودہ سے) تم سمجھتی ہو کہ میرے کان پر جوں نہیں رینگتی! تین دن سے دوڑ دھوپ کر رہا ہوں ہر جگہ مایوسی ہو رہی ہے۔
محمودہ:۔ (مسکرا کر) میں خوب سمجھتی ہوں آپ کی دوڑ دھوپ کو۔
محسن:۔ واللہ محمودہ! میں نے ممکنہ کوشش کی ہے۔
محمودہ:۔ (مایوس ہو کر) تو پھر اب کیسے انتظام ہو۔
محسن:۔ (نرم لہجے میں) تم اڑوس پڑوس میں کسی سے قرض نہیں لے سکتیں۔
محمودہ:۔ (قدرے برہم ہو کر) اگر لے سکتی تو تمہیں جگاتی ہی کیوں!
(نسبتاً نرم لہجہ میں) سارا پڑوس ہم جیسا ہے کس سے مانگوں۔
محسن:۔ پھر بھی کوشش کر کے دیکھ لو (مسکرا کر) عورتوں کے پاس کچھ نہ کچھ پیسے ضرور نکل آتے ہیں۔
محمودہ:۔ بیکار وقت ضائع کرنے سے فائدہ۔ دو چار لوگ جہاں سے قرض مل سکتا تھا ان کے تو ہم پہلے ہی سے مقروض ہیں۔ کیا صورت لیکر جاؤں!
محسن:۔ (سر کھجاتے ہوئے) تو پھر مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ لیکن یہاں بھی وہی مصیبت ہے! سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں جاؤں! کس سے مانگوں! آہ! اس روز افزوں مہنگائی نے تو کہیں کا نہ رکھا۔ (بے اختیار ہاتھ کو حرکت دیکر) خوب یاد آیا۔! اچھا کاغذ لاؤ۔ ست نارائن کو چٹھی لکھتا ہوں۔ بچپن کا ساتھی ہے شائد کام آئے۔

ٔمودہ :۔ (قدرے رک کر) میرے خیال میں آپ خود ہی چلے جائیں تو بہتر ہے۔
سن :۔ میرے جانے میں ایک اندیشہ ہے تم جانتی ہو مجھ میں مانگنے کی
بت نہیں۔ اگر بغیر مانگے ہی واپس آ گیا تو!
ٔمودہ :۔ توبہ! آپ تو زمانے سے کم از کم پچیس سال پیچھے معلوم ہوتے
یں۔ سرکار میرے اس دور میں قرض مانگنا کوئی عیب ہے کیا!
سن :۔ تم کہتی ہو تو چلا جاتا ہوں لیکن مجھ سے . . . . .

(تذبذب کے عالم میں رک جاتا ہے)

ٔمودہ :۔ خیر چھٹی ہی لکھ دیجئے (کرسی سے اٹھ کر لکھنے کی میز سے
ائٹنگ پیڈ اور پن لے کر دیتی ہے۔ محسن مسہری سے اتر کر محمودہ کے
المقابل کرسی پر بیٹھ جاتا ہے اور ٹیبل پر رائٹنگ پیڈ رکھ کر چھٹی لکھنا
شروع کرتا ہے)
ٔمودہ :۔ (لڑکے کو پکارتی ہے) مشتاق۔ او مشتاق (کوئی آواز نہ
نے پر) ارے کہاں سو گیا؟۔
شتاق :۔ (زنان خانے سے آواز آتی ہے) آیا امیّ (کمرے میں داخل
ہو کر) جی امیّ! (کھڑا ہو جاتا ہے)
ٔمودہ :۔ دیکھوں تو کیا لکھا ہے آپ نے! (محسن چھٹی لکھ کر پن کا
پ لگاتا ہے کہ محمودہ پیڈ اٹھا لیتی ہے اور آواز سے پڑھتی ہے۔

ڈیرست نارائن!

مشتاق کو روانہ کر رہا ہوں۔ بیس روپے کی سخت ضرورت

ہے یعنی گھر میں اناج کا ایک دانہ نہیں ہے اگر ناشتہ تیار کرنے میں زیادہ تاخیر ہو جائے گی تو بچے "گھر سر پر اٹھا لیں گے۔ اگر تمہارے پاس نہ بھی ہوں تو کہیں سے بندوبست کر کے بھیج دینا (پڑھنا ترک کر کے) آہ۔ کیا وقت آگیا ہے ہم پر!

(کاغذ کو پیڈ سے علیحدہ کر کے مشتاق سے) یہ چھٹی لو اور ابا کی سیکل لیکر ست نارائن جی کے پاس چلے جاؤ۔ کون ست نارائن جی پہچانتے ہو۔

مشتاق:۔ وہی نا۔ بڑے بازار والے۔ جو نائب تحصیلدار ہیں۔

محمودہ:۔ ہاں وہی۔ دیکھو راستے میں کہیں سونا نہیں سیدھے جانا اور فوری چلے آنا۔

مشتاق:۔ (چھٹی لیکر جیب میں رکھنے کے بعد ہاتھ سے تیلاتے ہوئے) میں یوں گیا اور یوں آیا امیؔ۔

(پلٹ کر جانے لگتا ہے)

محمودہ:۔ ہاں دیکھو (مشتاق ٹھہر جاتا ہے) تمہارے ابا نے ان کے یہاں سے کچھ پیسے منگائے ہیں اگر وہ خود کہیں کہ ٹھہر جاؤ تو ٹھہر بھی جانا۔

مشتاق:۔ ہاں امیؔ میں سن چکا ہوں (مشتاق تیزی سے چلا جاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا منظر

جب پردہ اٹھتا ہے تو کمرہ اور اس کی ساری چیزیں اسی حالت

ں موجود رہتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کلاک میں صبح کے چھے کے بجائے
ب آٹھ بج رہے ہیں اور بائیں جانب کا دروازہ... باہر کھلا ہوا ہے
ن میز کے قریب کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے کہ کال بل بجتی ہے۔

سن :۔ (مطالعہ بند کر کے) کون صاحب ہیں!

رزا :۔ (باہر سے آواز آتی ہے) میں ہوں، مرزا۔

سن :۔ (بشاشت کے لہجہ میں) آہا مرزا۔ آجاؤ بھئی۔

(اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

رزا :۔ (کمرے میں داخل ہو کر) السّلام علیکم۔

سن :۔ وعلیکم السّلام۔ اماں کدھر راستہ بھول پڑے۔

(دونوں کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں)

رزا :۔ راستہ بھول کر نہیں یاد کر کے ہی آرہا ہوں۔

سن :۔ (کچھ متفکر سا ہو کر) خیریت تو ہے۔

رزا :۔ (سخت پریشان کن لہجہ میں) خیریت کی کیا پوچھتے ہو بھائی (رک

جاتا ہے)۔

سن :۔ آخر۔؟

رزا :۔ گھر میں فاقہ کشی کا دور دورہ ہے۔

سن :۔ فاقہ کشی۔! (بے ساختہ) کیا کہتے۔! وہ جو کہا ہے نا۔

ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

مرزا :۔ لیکن تنخواہ بیس بائیس دن سے زیادہ نہیں چلتی بھائی۔
مہنگائی کی کوئی انتہا بھی ہے ! بقول شاعر ؎
آج قائم نہیں ہے کل کا نرخ ؞ کل نہیں ہوگا آج کا یہ بھاؤ۔
روز بڑھتی ہے قیمتِ اشیاء ؞ روز لگتا ہے قلب پر یہ گھاؤ۔
محسن :۔ واقعہ ہے اور بقول مرزا غالب یہ کیفیت بھی ہے ؎

کون ہے ! جو نہیں ہے حاجتمند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

مرزا :۔ ادر ہمارا یہ حال ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

محمودہ :۔ (زنان خانے سے برہم ہو کر) کیا مشاعرہ ہو رہا ہے !
محسن :۔ (قدرے بلند آواز میں) ارے مشاعرہ نہیں مرزا آئے ہیں۔
ذرا طبیعت میں جہل پیدا ہو گئی تھی۔ جلدی سے دو پیالی چائے تو بھیجو۔
محمودہ :۔ (زنان خانے ہی سے قدرے بلند آواز میں) لیکن ...
(قدرے رک کر) گڑ کی ملے گی۔
محسن :۔ (بلند آواز میں) ارے بھئی گڑ کی ہی سہی۔ مرزا غیر تھوڑی ہیں۔
مرزا :۔ (ماحول کا اندازہ کر کے) بھئی محسن کیوں تکلیف دیتے ہو بھابی
کو! میں چلتا ہوں گھر میں بچوں کا برا حال ہوگا۔ سوچا تھا اگر تم سے کچھ قرض
مل جائے تو تھوڑا بہت اناج لیتا چلوں۔

ن :۔ مرزا میرے عزیز ترین دوست ! میرے بھائی ! تم جس آفت
ے دوچار ہو میں بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہوں ۔ گھر میں اناج کا ایک
نہ نہیں ہے ۔ مشتاق کو پیسوں کیلئے ایک دوست کے پاس بھیجا ہے
پیسے آ گئے تو تم بھی کچھ لے جا سکتے ہو ۔ جیسے تیسے آج کا کام تو چل
اے گا ۔
رزا :۔ (پر امید ہو کر) کب تک لوٹے گا مشتاق !
سن :۔ اس کو گئے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا ہے بس اب آتا ہی ہو گا ۔
رزا :۔ (موقع کو غنیمت سمجھ کر) اچھا بھئی ٹھہر جاتا ہوں ۔
سی نہ کسی طرح آج کا کام تو چل جائے گا ۔ کل کا اللہ مالک ہے ۔
سن :۔ اب سناؤ کیسی گذر رہی ہے ! کیا حال چال ہیں تم سے ایک زمانے
ے ملاقات نہیں ہوئی ۔
رزا :۔ گذرنے کا کیا پوچھتے ہو ! شاید ایسے ہی کسی موقع پر غالب نے کہا ہو گا ۔

زندگی اپنی جو اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے ۔

سن :۔ واقعہ ہے ۔ بچوں کی تعلیم تو ٹھیک طرح سے ہو رہی ہے نا ۔
رزا :۔ (افسردہ لہجہ میں) بس ہو رہی ہے کسی کے پاس کاپیاں نہیں ۔
سی کے یونیفارم نہیں ۔ بچے ہیں کہ رات دن الجھتے رہتے ہیں لیکن میں
یا کر سکتا ہوں ۔
سن :۔ سچ ہے ! اس طوفان کی طرح بڑھتی ہوئی مہنگائی کے عفریت نے

سارے سماج کو نیم مردہ کر دیا ہے۔
مرزا :- لیکن بھائی جو لوگ مزے میں ہیں بے حد مزے میں ہیں۔
بلیک مارکٹ اسمگلنگ عام ہے کوئی خالص شئے بازار میں دستیاب نہیں ہوتی اور پیسے کی کوئی قدر و قیمت ہے ہی نہیں۔
محسن :- قدر و قیمت کی کیا پوچھتے ہو! آج کا روپیہ پہلے کی چونی بنا ہوا ہے۔
مرزا :- اور بعض اشیاء کے دام کے لحاظ سے تو چونی سے بھی گر گیا ہے۔
(محمودہ چائے کی ٹرے لیکر داخل ہوتی ہے)
محمودہ :- آداب عرض ہے مرزا بھائی!
مرزا :- آداب عرض بھابی۔
محمودہ :- (چائے کی ٹرے دونوں کے سامنے ٹیبل پر رکھ کر ایک چائے کی پیالی مرزا کی طرف بڑھاتی ہے) لیجئے (اور ایک پیالی محسن کی طرف بڑھا کر لکھنے کی میز کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ مرزا اور محسن کپس اٹھا کر چائے پینے لگتے ہیں اور چائے ختم کر کے کپس ٹیبل پر رکھ دیتے ہیں)
محمودہ :- (مرزا سے) بھابی اور بچے تو خیریت سے ہیں۔
مرزا :- جیسے آپ خیریت سے ہیں ویسے ہی وہ بھی خیریت سے ہیں۔
محمودہ :- سچ ہے۔ بھابی کو آئے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔
مرزا :- اور آپ بھی تو نہیں پھٹکیں۔
محمودہ :- مرزا بھائی۔ یہاں گھر کے بکھیڑوں سے نکلنا ہی کہاں ہوتا ہے۔
مرزا :- بس اس کا بھی وہی حال ہے۔

ودہ :۔ ہائے اب زندگی میں حلاوت ہی کہاں ! ہر شخص اپنی الجھن میں
ں قدر گم ہے کہ دوسرے کی خبر ہی نہیں ۔ نفسی نفسی کا عالم ہے (زنان خانے
ے بچے بعد دیگر چلاتے ہیں) امی ناشتہ دو (قدرے بلند آواز سے !
ی روٹی دو ۔ (زیادہ بلند آواز سے) امی اندر آؤ ۔
ودہ :۔ (بہ آواز بلند) آ رہی ہوں ۔ (مرزا سے) ابھی آئی (اور اٹھ کر
نان خانے میں چلی جاتی ہے)
(مرزا ٹیبل پر پڑا ہوا اخبار اٹھا لیتا ہے ۔ کال بجتی ہے)
سن :۔ کون صاحب ہیں ۔
حسین :۔ (باہر سے آواز آتی ہے) صاحب میں ہوں محمد حسین ۔
سن :۔ اندر آؤ ۔
حسین :۔ (بائیں جانب کے دروازے سے داخل ہو کر) آداب صاحب !
سن :۔ (ہاتھ سے سلام کا جواب دے کر) کیا ہے محمد حسین !
حسین :۔ (نہایت عاجزانہ لہجہ میں) صاحب ــــ ایک پانچ روپے
. . . . . رک جاتا ہے ۔
سن :۔ پانچ روپے (محسن پر سکتہ چھا جاتا ہے)
محمد حسین :۔ صاحب گھر میں اناج بالکل نہیں ہے ۔ اگر بازار سے کچھ لیتا
چلوں تو چولہے پر ہنڈیا چڑھے گی ۔ ورنہ ــــ اللہ ہی اللہ ہے ۔
محسن :۔ (مجبوری کے انداز میں) افسوس میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا
محمد حسین ــــــــــ

محمد حسین :- میں تنخواہ کے دن ضرور لوٹا دوں گا صاحب ۔ اور تنخواہ بھی کوئی دور نہیں ہے ۔
محسن :- وہ تو صحیح ہے ۔ میں کب کہتا ہوں کہ تم وعدے پر نہیں دو گے ۔ لیکن مجبوری ہے (قدرے رک کر) ہیں نہیں میرے پاس ۔
محمد حسین :- (یقین نہ کرکے) صاحب کیا میں پانچ روپے کا آدمی نہیں ہوں ۔
محسن :- پانچ نہیں بلکہ تو تو پانچ ہزار کے آدمی ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ آج میرے پاس پیسے ہیں اور نہ گھر میں اناج کا ایک دانہ ہے ۔
محمد حسین :- تو کیا صاحب آپ کو بھی ہم غریبوں جیسی پریشانی ہے ۔
محسن :- ارے میں کیا ہوں ۔ میں تو ایک یو ۔ ڈی ۔ سی ہوں آج تو چھ چھ سات سات سو روپئے ماہوار کمانے والے تک پریشان ہیں ۔
محمد حسین :- تو پھر آپ ہی سوچیئے صاحب کہ ہم ادنیٰ درجہ کے ملازمین کا کیا حال ہوگا !
محسن :- میں کب انکار کر رہا ہوں تم لوگوں کی حالت تو سخت قابل رحم ہے ۔
محمد حسین :- (مایوس ہو کر) تو پھر صاحب میں چلتا ہوں ۔ آپ کو تکلیف دی ۔
(ہاتھ اٹھا کر) آداب عرض (محسن جواب میں ہاتھ اٹھاتا ہے ۔) اور محمد حسین مڑ کر مایوس دروازے کی جانب قدم بڑھاتا ہے ۔
محسن :- (ترس کھا کر) محمد حسین ٹھہرو (محمد حسین دروازے تک پہنچا تھا کہ مڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے) میں نے بچے کو پیسوں کیلئے ایک جگہ بھیجا ہے

نا ہی ہوگا ۔ دو تین روپئے تم بھی لیجا سکتے ہو ۔
رحسین :۔ (پُرامید ہوکر) باہر ٹھہرتا ہوں صاحب !
سن :۔ اچھّا ۔!
(محمد حسین باہر چلا جاتا ہے کہ دوسرے لمحے کال بل بجتی ہے)
سن :۔ (اپنے آپ سے توبہ آج تو تانتا بندھ گیا بآواز بلند) کون صاحب
ب ۔!
لھنۃ :۔ (باہر سے آواز آتی ہے) میں کھنۃ ہوں ۔
سن :۔ آجائیے ۔
لھنۃ :۔ (کمرے میں داخل ہوکر) آداب عرض ہے ۔
محسن اور مرزا کھڑے ہوکر) آداب عرض ۔ آداب عرض ۔
(سب بیٹھ جاتے ہیں اور مرزا سابق کی طرح اخبار کے مطالعہ میں محو ہوجاتا
ہے)
محسن :۔ آج غیر معمولی دیا کیسے کی ؟ ۔
کھنۃ :۔ بھئی ایک ضروری کام سے آیا تھا ۔
محسن :۔ کہئے ۔
(کھنۃ مرزا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے گویا وہ اس کے سامنے
کہنا نہیں چاہتا)
محسن :۔ کوئی بات نہیں یہ اپنے ہی آدمی ہیں ۔ شوق سے کہئے ۔
کھنۃ :۔ بھئی ایک ۲۰ روپیہ کی شدید ضرورت ہے ۔

محسن :۔ (پریشان ہو کر) ہائیں ۔ آپ کو ۔ آپ کو بھی ۔ !
کھنہ :۔ (قدرے رک کر) بات یہ ہے کہ ست نارائن کے پاس سے ابھی ایک چھٹی آئی ہے کہ حامل ھذا کے ذریعہ (۲۰) روپے فوری روانہ کیجئے کسی کو دینے ہیں اور ان کا بچہ بیٹھا ہوا ہے۔
محسن :۔ (ایک ٹھنڈا سانس لے کر) تو کھنہ اب تمہاری فکر دور ہو گئی پیارے۔
کھنہ :۔ وہ کیسے ؟
محسن :۔ وہ بچہ جو ست نارائن کے پاس بیٹھا ہوا ہے کسی اور کا نہیں۔
کھنہ :۔ تو کیا تمہارا اشتاق ہے۔
محسن :۔ (پھیکی ہنس ہنس کر) ہاں۔
کھنہ :۔ (کمال حیرت سے) عجیب تصادم ہے۔
مرزا :۔ (اخبار کا مطالعہ ترک کرکے) اندوہ ناک تصادم ۔۔!
(اٹھ کھڑا ہوتا ہے) تو بھئی محسن اب میں چلتا ہوں۔
محسن :۔ (کھڑا ہو جاتا ہے) اچھا بھئی مرزا معاف کرنا خواہ مخواہ کے میں نے تمہیں رو کے رکھا۔!
مرزا :۔ تم کیا کرو گے یار ۔ یہ سب مہینے کے آخری ہفتہ کا چکر ہے جو ہم سب کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے ۔ ! اچھا خدا حافظ۔
محسن :۔ خدا حافظ ۔ (مرزا رخصت ہو جاتا ہے اور محسن کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)
کھنہ :۔ تو بھئی محسن اب مجھے بھی اجازت دو (اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

ن :- ارے اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ کچھ دیر تو ٹھہرو۔ چائے پی کر جاؤ۔
(لکھنہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔)

لکھنہ :- (بے چین ہو کر) نہیں یار۔ اب چائے پینے کا وقت نہیں ہے۔
جانے دو۔ تمہاری بھابی سخت انتظار میں ہو گی۔ جاتے جاتے ناشتے
کے لئے کچھ سودا سلف بھی لیجانا ہے۔

ن :- جیسی مرضی۔ (اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

لکھنہ :- تو چلتا ہوں۔

ن :- اچھا۔!

(لکھنہ رخصت ہو جاتا ہے کہ زنان خانے سے محمودہ داخل ہوتی ہے)

محمودہ :- (کرسی پر بیٹھ کر) کیا ہوا! مشتاق ابھی واپس نہیں آیا۔

ن :- (ٹھنڈا سانس لیکر) نہیں۔ لیکن جواب آچکا۔ ست نارائن
پیسوں کا انتظام نہ کر سکے۔

محمودہ :- (سخت پریشان کن لہجہ میں) ہائے اب کیا ہو گا۔
(قدرے بلند آواز سے) رضیہ!

رضیہ :- جی امی۔ (سامنے کھڑی ہو جاتی ہے)

محمودہ :- (نرم لہجے میں) ذرا اپنی بالی تو اتارو تنخواہ ملنے پر چھڑا لیں
گے۔!

رضیہ :- (چہرہ ایک دم متغیر ہو جاتا ہے) ہمیں زیورات واپس ہی کب
امی۔!

(دونوں کانوں سے بالیاں اتار کر محمودہ کے سامنے رکھ دیتی ہے)
یہ لیجئے (اور آنسو پونچھتے ہوئے اندر زنان خانے میں چلی جاتی ہے)
محمودہ :۔ (محسن سے) یہ لو بچی کی بالی۔ رہن رکھواؤ اور ایک ہفتہ کا راشن لے آؤ۔ اور ہاں راشن سے پہلے فوری کچھ پھل پھلاری لے آؤ تاکہ بچوں کو ناشتہ کرایا جا سکے۔

(محسن بالی لیکر جیب میں رکھ لیتا ہے اور کھونٹی سے باسکٹ لیکر باہر چلا جاتا ہے کہ بقیہ بچے کمرے میں داخل ہو کر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں)

دس سالہ لڑکی :۔ (جھنجھلا کر) امی مجھے کہیں نوکر رکھوا دیجئے پیٹ بھر کھانا تو ملے گا۔

آٹھ سالہ لڑکا :۔ امی میں بھی نوکر ہو جاؤں۔

چھ سالہ لڑکا :۔ (روتی صورت بنا کر) بہت بھوک لگ رہی ہے امی۔
(بے اختیار رونے لگتا ہے۔)

محمودہ :۔ (ہاتھ اٹھا کر) یا میرے مالک تو رحم کر میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ پروردگار کہیں ایسا نہ ہو کہ (آواز حلق میں اٹک جاتی ہے اور رونے لگتی ہے۔)

(پردہ گرتا ہے)

آخری فیصلہ

افراد

زیب النسار :۔ اکرام کی منگیتر
شکیلہ :۔ زیب النسار کی سہیلی
اکرام :۔ زیب النسار کا منگیتر
فاطمہ :۔ زیب النسار کی ماں
اعجاز :۔ اکرام کا باپ
مختار مستان وغیرہ :۔ مختصر کردار

(دروازے سے رنگ بجتی ہے)

:۔ come in (ایک لمحہ کے بعد بہ آواز بلند) دروازہ کھلا
ہے !

لنسار :۔ (دروازہ ڈھکیل کر اندر داخل ہوتی ہے) شکیلہ
ئی ۔ !

:۔ کیوں جھوٹ بول رہی ہو ۔ تم تو زندہ ہو ۔ بات چیت

کر رہی ہو ۔

زیب النساء :۔ اف او ۔۔ تم کو تو ہر وقت مذاق سوجھتا ہے ۔ کہنے کو تو میں زندہ ہوں لیکن حقیقت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شکیلہ :۔ (بات کاٹ کر) مرچکی ہوں (ہنسنے لگتی ہے) واللہ جواب نہیں تمہارا ۔۔ !

زیب النساء :۔ اف تم کو کیسے سمجھاؤں ! یہ میری اداس آنکھیں یہ بکھرے بکھرے بال کیا گواہی نہیں دے رہے ہیں کہ میں سخت پریشان ہوں !

شکیلہ :۔ (بغور دیکھ کر) واقعی تمہاری جھیل سے آنکھوں میں آنسو چھلک رہے ہیں ۔ گلاب سا چہرہ کمہلا گیا ہے اور زلفوں کی گھٹائیں چاروں اور چھاگئی ہے ۔ (سنجیدہ لہجہ میں) خیریت تو ہے !

زیب النساء :۔ (اداس لہجہ میں) شکر ہے خیریت تو پوچھ رہی ہو !

شکیلہ :۔ آخر کہو نا کیا بات ہے ۔؟

زیب النساء :۔ (روھانسی آواز میں) شکیل میں زندہ مرگئی !

شکیلہ :۔ ارے تم تو رو رہی ہو تمہارے رخساروں پر آنسو ڈھلک آئے ہیں ۔ معاف کرنا زیب میں نہیں سمجھی تھی کہ تم اتنی Serious ہو ۔

زیب النساء :۔ اکرام شادی کر رہے ہیں ۔

شکیلہ :۔ پھر تو خوشی کی بات ہے (حیرت سے) لیکن تم اتنی اداس کیوں ہو ۔۔۔۔۔۔ ؟

یب النسار :۔ (ناراضگی سے) مجھ سے نہیں کسی اور لڑکی سے ۔!
شکیلہ :۔ کیوں؟ کیا وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے!
یب النسار :۔ نہیں لیکن سنا ہے کہ کافی دولت مند ہیں وہ لوگ ۔
شکیلہ :۔ تو دولت نچھاور کر رہے ہوں گے اکرام پر!
یب النسار :۔ ہاں سنا ہے لاکھ سوا لاکھ کی شادی ہوگی ۔
شکیلہ :۔ تو پھسل گئے اکرام اس پر!
یب النسار :۔ بالکل ۔
شکیلہ :۔ تو تم بھی بھول جاؤ انہیں ۔
ب النسار :۔ نہیں ۔۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا ۔
لیلہ :۔ مرد کتنا بدل گیا ہے لیکن عورت وہی پرانی لکیر کی فقیر ہے جس کو
ہتی ہے اس پر جان نچھاور کر دیتی ہے ۔
ب النسار :۔ ہاں شکیل مجھ میں یہ کمزوری ہے ۔
شکیلہ :۔ ایک تم ہی میں نہیں ۔ ہر عورت میں یہ کمزوری ہے ۔۔ ہاں تو
چاہتی ہو تم!
ب النسار :۔ تمہاری انجمن کی مدد ۔۔!
لیلہ :۔ انجمن کی مدد ۔ انجمن ایک خانگی ادارہ ہے وہ کیسے مجبور
سکتی ہے اکرام کو کہ وہ تم سے ہی شادی کرے ۔
ب النسار :۔ پھر تو ختم کر دو انجمن کو ۔ کیوں تم سکریٹری بنی ہو!
یوں ہمیں ممبر بنایا ہے انجمن کا ۔

شکیلہ ! کیوں اتنا ناراض ہورہی ہو ! اچھا بھئی تمام ارکان کو طلب کیا جائیگا.
ایجنڈے میں تمہارا مسئلہ رکھیں گے پھر کثرت آرا سے جو طے ہوگا وہی
کیا جائے گا ۔ اس لئے میں ابھی تم سے کوئی وعدہ نہیں کرسکتی ۔
زیب :۔ وعدہ نہ سہی ڈھارس تو بندھاؤ مجھے !
شکیلہ :۔ تم یقین رکھو زیب مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے ۔
زیب :۔ تو کب ملوں تم سے !
شکیلہ :۔ کوئی دو ہفتہ بعد ملو ۔
زیب :۔ تو چلتی ہوں ۔
شکیلہ :۔ اچھّا ۔!

دوسرا منظر

شکیلہ :۔ (مسرت میں گنگنا رہی ہے)
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
مکرّر :۔ سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
زیب :۔ آنکھ لڑ گئی ہے کیا ؟ ۔
شکیلہ :۔ نہیں زیب یوں ہی مصرعہ اچھا لگا تو گنگنا رہی ہوں ۔
زیب :۔ نہیں مجھے تو دال میں کچھ کالا معلوم ہوتا ہے ۔
شکیلہ :۔ تمہیں تو ہمیشہ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے ۔

میں تمہاری جیسی بیوقوف نہیں ہوں جو دل لگانے کا غم پالوں۔
زیب :۔ اچھا بھئی میں بے وقوف سہی لیکن یہ بتاؤ تم جیسی خشک لڑکی
کو یہ رومانی مصرعہ کہاں ہاتھ لگا۔
شکیلہ :۔ بھئی میری چھوٹی بہن ثریا ہے نا وہ اردو سے بی۔ اے
کر رہی ہے۔ کل گنگنا رہی تھی۔ مصرعہ اچھا تھا میری زبان پر بھی چڑھ
گیا۔
زیب :۔ معلوم ہے یہ کس شاعر کا ہے۔
شکیلہ :۔ میں کیا جانوں۔
زیب :۔ یہ حضرت امیر خسرو کا ہے اور میں انہی کی زبان میں تم سے
پوچھتی ہوں۔
(ترنم سے) "کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں"
شکیلہ :۔ اچھا! اچھا! اکرام کی یاد میں شاعرانہ خیالات پیدا ہو رہے
ہیں۔
زیب :۔ مذاق چھوڑو۔ پہلے یہ بتاؤ تمہاری انجمن نے کیا کیا میرے
لئے ؟
شکیلہ :۔ ہماری انجمن نے تمہارے کام کو بہترین پیمانے پر آگے بڑھایا
ہے!
زیب :۔ اچھا!
شکیلہ :۔ ہاں۔ میٹنگ ہوئی۔ ایک قرارداد بھی پاس ہوئی۔

زیب :۔ کیا ہے وہ قرارداد۔؟۔
شکیلہ :۔ تمہارے حق میں ہے لیکن عمل آوری تک پوشیدہ رہے گی۔
زیب :۔ مجھ سے بھی ــــ !
شکیلہ :۔ ہاں تم سے بھی ــــ !
زیب :۔ کیوں ۔؟
شکیلہ :۔ مصلحتاً ۔
زیب :۔ اچھا کبھی رکھو ۔ کیا خرچہ بھی ہوگا کچھ ۔
شکیلہ :۔ ہاں خرچہ تو ضرور ہوگا لیکن ہم کم سے کم خرچ کرنے کی کوشش کریں گے ۔ پھر بھی پانچ سو روپئے کا اندازہ ہے ۔
زیب :۔ تم فکر مت کرو ۔ اگر تمہاری انجمن کے اختیار سے باہر بھی ہو تو خرچ کرو ــ میں دوں گی رقم ۔
شکیلہ :۔ آخر کیا دے سکتی ہو تم ۔
زیب :۔ ایک ہزار روپے تک دے سکتی ہوں ۔
شکیلہ :۔ پھر تو ٹھیک ہے ۔اب اللہ کا نام لے کر کام کو آگے بڑھاتا ہے ۔
زیب :۔ پلیز ــــ بڑھاؤ بھی آگے ۔
شکیلہ :۔ تم آگے بڑھ ہی گیا سمجھو ۔ اچھا یہ بتاؤ اکرام کب تک جا رہے ہیں باہر ۔
زیب :۔ تین ایک مہینے میں چلے جائیں گے لیکن ان کے والد مصر

ں کہ وہ شادی کر کے جائیں۔
شکیلہ:۔ ٹھیک ہے۔ (کچھ سوچکر) تم اس ڈائری میں ان کا فون نمبر نوٹ
ردو۔

زمانہ بہت بدل گیا ہے زیب۔ دنیا سے اخلاص ہمدردی
ر انصاف جیسی قدریں مٹتی جا رہی ہیں جس طرف دیکھو نفسی نفسی کا عالم
ے خود غرضی عام ہے۔ ہر شخص پیسے کا دیوانہ ہے۔
ب:۔ ہے تو سہی۔
کمیلہ:۔ اس لئے ہم عورتوں کو چاہیئے کہ پرانی قدروں کو بھول جائیں
ے زمانے میں محبت کا جذبہ فضول سی چیز ہے۔
ب:۔ سچ ہے۔ لیکن (تذبذب کے عالم میں) خیر جانے دو۔
ل تو اب کیا کرنا چاہیئے مجھے۔
کمیلہ:۔ انتظار کرو اور دیکھو کے مقولے پر چلو اور وقتاً فوقتاً دریافت
تے رہو کہ کیا صورتِ حال ہے۔
ب:۔ لیکن (کچھ سوچکر) کامیابی تو ہوگی نا ہیں؟
یلہ:۔ دنیا امید پر قائم ہے۔ ہم کو بھی کامیابی کی امید ہے۔
ب:۔ کب تک۔
یلہ:۔ لیکن تم عجلت نہ کرو۔ میرا مشورہ ہے کہ تم خاموش رہو۔ کچھ
ملومت۔
ب:۔ یقین رکھو شکیلہ میں تصویر کی طرح خاموش رہوں گی۔

شکیلہ :۔ بس یہی چاہتے ہیں ہم ۔
زیب :۔ تو چلتی ہوں ۔
شکیلہ :۔ اچھا ۔

تیسرا منظر

زیب :۔ (روہانسی آواز میں)
دو بَیر ہو جینا اسے جو تم سے نینہہ لگائے ۔
سِسک سِسک کر جان دے بلک بلک کر مر جائے
مکرّر ۔ بلک بلک کر مر جائے (سِسکیاں لینے لگتی ہیں)
فاطمہ :۔ (لپک کر) زیب ۔ زیب ۔ یہ کیا ہوا تم کو ؟ ۔
اس طرح کیوں سِسک سِسک کر رو رہی ہو ۔
زیب :۔ کیا کروں امی ! میرا دل الٹ گیا ہے ۔ یا اللہ میں کیا کروں ۔
(پھر سِسک سِسک کر رونے لگتی ہے)
فاطمہ :۔ صبر کر بچّی ۔ یاد رکھ اگر تجھ کو کچھ ہو گیا تو تجھ سے پہلے میں مر جاؤں گی ۔ !
زیب :۔ (جذبات میں) امیّ میری منگنی کیوں کی آپ نے ؟ ۔
بچپن میں ! میری منگنی کیوں کی آپ نے یہ آگ کیوں لگائی آپ نے میرے جیون میں ۔ !

فاطمہ :۔ یہ آگ میں نے نہیں لگائی خود بخود لگ گئی بیٹا ۔

آج سے بیس سال پہلے کی بات ہے جب تمہارے ابا زندہ تھے تو ہم لوگ اتنے غریب بھی نہیں تھے بیٹی جائیداد تھی وہ خود ایک اچھے وکیل تھے ۔ اس زمانے میں ماہانہ پانچ چھ سو آسانی سے کما لیتے تھے ـــــ اس وقت تمہاری خالہ کے یہاں اکرام کی چھٹی سالگرہ تھی ۔ تم ڈھائی سال کی تھیں ۔ تمہاری خالہ نے بڑے چاؤ سے تم کو اکرام کیلئے مانگا تھا ۔ فاطمہ ۔

فاطمہ :۔ جی آپا جان ۔

اکرام کی ماں :۔ میرا اکرام کیسا لگ رہا ہے ؟ ۔

فاطمہ :۔ ننھا دولہا نظر آرہا ہے ۔

اکرام کی ماں :۔ میں نے ابھی دلہن کا انتخاب کرلیا ہے اس کے لئے ۔

فاطمہ :۔ کون لڑکی ہے وہ ۔

اکرام کی ماں :۔ یہی تمہاری زیب النساء ۔

فاطمہ :۔ آپا ۔ !

اکرام کی ماں :۔ ! کیوں ۔ ! کیا تم کو پسند نہیں اکرام ۔ ؟ ۔

فاطمہ :۔ مجھے کیسے پسند نہیں آئے گا ! یہ تو چاند کا ٹکڑا ہے ۔

اکرام کی ماں :۔ میری زیب النساء بھی کچھ کم نہیں ہے ۔ ! وہ دیکھو چھوٹی سی حور معلوم ہورہی ہے ۔

دوسرے دن انہوں نے منگنی کر کے تمہیں پازیب پہنا دیا۔ پھر دن گذرتے گئے۔ دس سال تک ہر عید بارات کے موقع پر تمہاری خالہ کے یہاں سے تحفے تحائف آتے اور ہم بھی جواباً تحفے بھیجا کرتے تھے۔ پھر حالات ایسے پلٹا کھائے کہ ادھر تمہارے ابا چل بسے۔ تمہارے بھائی بد سے بدتر ہوتے گئے۔ ادھر تمہاری خالہ جان بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ اور جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا ہم لوگ غریب سے غریب تر ہوتے گئے اور تمہارے خالو امیر سے امیر تر اور انہوں نے اکرام کو الٹا پلٹا سمجھا کر ہمارے پاس آنے سے روک دیا۔ اس کے بعد کے حالات سے تو تم واقف ہی ہو۔

زیب :۔ سب کچھ ٹھیک ہے امی۔ لیکن لڑکیوں کی بچپن میں ہرگز منگنی نہیں کرنی چاہیے۔ چاروں طرف ڈھنڈورا پٹوا دو اخبارات میں اعلان کروا دو کہ کوئی لڑکے کے بچپن میں اس کی منگنی نہ کرے۔

فاطمہ :۔ ہاں بیٹی ۔ میں اتنی دیوانی نہیں ہوں ۔ سمجھتی ہوں۔ سمجھتی ہوں تمہارے احساسات کو ۔ لیکن مجھے اکرام سے ایسی بے وفائی کی امید نہیں تھی بیٹی (روہانسی آواز میں) وہ جس خالہ کے گود میں برسوں لیٹا اس خالہ کو بھی بھول گیا۔

زینب :۔ امی! میں نے بڑی بوڑھیوں سے سنا ہے کہ مرد طوطا چشم ہوتے ہیں۔

فاطمہ :۔ ہوتے ہوں گے بیٹی میں تو ابھی دیکھ رہی ہوں پھر بھی یہی

ہوں گی کہ اکرام سے ایسی امید نہیں ہو سکتی ۔ کسی نے بھڑکا دیا ہے اس کو۔
یب :۔ (طنز سے) وہ ننھے بچے ہیں اور کسی نے بھڑکا دیا ہے انہیں ۔
اطمہ :۔ کیا کروں بیٹا ۔ میرا دل نہیں مانتا کوئی اندر سے کہتا ہے کہ
کرام ایک دن پلٹ کر آئے گا ۔
یب :۔ میرے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا امی کہ کیا ہونے والا ہے ۔
اطمہ :۔ بیٹی ! صبر سے کام لو ۔ منہہ ہاتھ دھو لے اور حالات کو
للہ پر چھوڑ دے ۔ وہی تیرے دل کو سکون پہنچائے گا ۔

چوتھا منظر

(فون کی گھنٹی بجتی ہے اکرام رسیور اٹھا کر کان کو لگاتا ہے)
رام :۔ ھلو ——— Whe is Spee king ۔
شد :۔ میں راشد بول رہا ہوں ۔ کیا اکرام صاحب ہیں ۔
رام :۔ ہاں ہاں ۔ میں اکرام ہی ہوں ۔ کہیئے ۔
شد :۔ غالباً آپ شادی کیلئے لڑکی کی تلاش میں ہیں ۔
رام :۔ ہاں بھئی ہوں ۔ ہے کوئی لڑکی آپ کی نظر میں ۔
شد :۔ میری چھوٹی بہن ہے جو B.S.C ہے ۔
رام :۔ کب پاس کیا اس نے B.S.C — !
شد :۔ دو سال پہلے ۔

اکرام :- تو کیا کہیں ملازم ہے۔
راشد:- نہیں۔ ہمارے ہی کاروبار کافی ہیں اس لئے کہیں نوکر نہیں رکھوائے اسے۔
اکرام:- شکل وصورت تو ......
راشد:- (بات کاٹ کر) خوبصورت ہے۔
اکرام:- رنگ۔
راشد:- سرخ وسفید۔
اکرام:- ناک نقشہ۔
راشد:- مغل آرٹ کا بہترین نمونہ۔
اکرام:- قد۔
راشد:- سرو قد۔
اکرام:- Hobby۔
راشد:- لٹریچر اور موسیقی سے گہری دلچسپی ہے۔
اکرام:- آپ شادی کیلئے تیار ہیں۔
راشد:- بالکل۔
اکرام:- کیا صرفہ کر رہے ہیں شادی پر!
راشد:- ڈیڑھ دو لاکھ کی شادی ہوگی۔
اکرام:- کیا خواتین آسکتی ہیں لڑکی کو دیکھنے کیلئے۔
راشد:- شوق سے لیکن ابھی نہیں۔

رام :- کیوں۔

شد :- ہمارے ڈیڈی اپنے اور بچوں سے ملنے کیلئے امریکہ گئے ہوئے

ب ان کے لوٹنے تک ایک مہینہ لگے گا۔

رام :- پھر فون کرنے سے مطلب ؟۔

شد :- آپ کو صرف مطلع کرنا تھا۔

رام :- (قدرے غصّے سے) شکریہ (رسیور رکھ دیتا ہے) !

خواہ مخواہ کے وقت خراب کرتے ہیں لوگ۔

وی :- (دو ہفتے گذر جاتے ہیں)

(پھر فون کی گھنٹی بجتی ہے اکرام رسیور اٹھاکر کان کو لگا تا ہے۔)

لرام :- ھلو۔

صف :- میں آصف ہوں۔ اعجاز صاحب ہیں ؟۔

کرام :- نہیں ہیں۔ میں ان کا لڑکا ہوں اکرام۔

صف :- غالباً آپ رشتے کیلئے لڑکی کی تلاش میں ہیں۔

رام :- ہاں ہاں۔ لڑکی کی تلاش میں ہوں ۔۔۔ ہے کوئی لڑکی

آپ کی نظر میں۔

صف :- ہاں میری بھانجی ہے عائشہ۔ ایم۔ اے۔

کرام :- کس مضمون سے ایم۔ اے کیا ہے۔

صف :- انگلش لٹریچر سے۔

کرام :- آگے کیا ارادہ ہے لڑکی کا۔

آصف :۔ ایم ۔ فل ۔ کرنے کا تھا لیکن ہم لوگوں نے روک دیا ہے ۔
اکرام :۔ کیوں ۔ ؟
آصف :۔ اس کی شادی کیلئے بر کی تلاش ہے ۔
اکرام :۔ کیا صرفہ کر رہے ہیں شادی پر ؟ ۔
آصف :۔ دو لاکھ روپیے ۔
اکرام :۔ کیا کہا ! پھر کہئے ۔
آصف :۔ (بہ آواز بلند) دو لاکھ روپیے ۔
اکرام :۔ کیا جوڑے کی رقم بھی اس میں شامل ہے ۔
آصف :۔ آپ چاہیں تو علیحدہ بھی دی جا سکتی ہے ۔
اکرام :۔ آپ شادی کیلئے تیار ہیں ۔
آصف :۔ بالکل ۔
اکرام :۔ لڑکی کے والد کا نام وپیشہ کیا ہے ۔
آصف :۔ نام سیّد حمید اللہ ہے ۔ اے کلاس P.W.D کنٹرکٹر ہیں ۔
اکرام :۔ کیا اتوار کو خواتین لڑکی کو دیکھنے آسکتی ہیں ۔ !
آصف :۔ نہیں ۔ !
اکرام :۔ کیوں ۔ ؟
آصف :۔ اس لئے کہ عورتیں ہی عورت کی شادی میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں :۔ نئی نئی باتیں نکالتی ہیں ۔ بات کا بتنگڑ بناتی ہیں ۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ راست لڑکے کو لڑکی دکھا دیں گے ۔

اکرام :۔ (حیرت سے) کیا میں خود ہی آکر دیکھ سکتا ہوں۔
آصف :۔ بالکل ۔! آپ کے سوا کسی اور کو لڑکی دکھائی نہیں جائیگی
کرام :۔ واللہ جواب نہیں آپ کے فیصلے کا ۔! لیکن اتوار کو کس
: تحت حاضر ہوؤں ۔
آصف :۔ شام کے ۴ ½ بجے آئیے گا ۔
کرام :۔ کس پتے پر ؟ ۔
صف :۔ نوٹ کیجیے !
کرام :۔ کہیے ۔
صف :۔ سید حمید اللہ ۔ کنٹریکٹر متصل اولڈ ایم ۔ ایل ۔ اے
ارٹر حمایت نگر ۔
رام :۔ ٹھیک ہے اتوار کو ضرور آ رہا ہوں ۔
صف :۔ ہم منتظر رہیں گے ۔ لیکن آنے سے پہلے ہمیں فون کر لیجیے ۔
رام :۔ (جیب سے نوٹ بک نکال کر) فون نمبر نوٹ کرائیے ۔
صف :۔ لیجیے ! ۳۵۷۱۲ ۔
ام :۔ (نوٹ کرنے کے بعد) سنیئے ۔ ۳۵۷۱۲ ۔
ف :۔ ٹھیک ہے ۔
رام :۔ خدا حافظ ۔
صف :۔ خدا حافظ ۔

(اکرام رسیور رکھ دیتا ہے)

اکرام :۔ (اپنے آپ سے) ڈھائی لاکھ کی شادی کر رہے ہیں اگر کسی لڑکی کے ماں باپ غریب ہوں تو اس کی تو عمر بھر شادی نہ ہوگی۔ عجیب زمانہ ہے۔ عورت جس کو خدا کی خوبصورت ترین تخلیق کہا جاتا ہے اور کئی شہنشاہوں نے جس کی خاطر تخت و تاج ٹھکرا دیا ہے۔ آج بے دست و پا نظر آ رہی ہے ــــ مجھے اور زیادہ حرص نہیں کرنی چاہیئے اور فوری شادی کر لینی چاہیئے۔ پھر کس قدر ترقی پسند ہیں وہ لوگ کہ خود نوشاہ کو لڑکی دیکھنے کیلئے مدعو کیا جا رہا ہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ یقیناً خوبصورت بھی ہوگی۔ اس سے بڑھکر اور کیا چاہیئے تجھے۔ میں اتوار کو لڑکی دیکھنے چلا جاؤں گا۔ اور اسکے ایک ہفتہ کے بعد ہی شادی کر لوں گا۔

(اکرام کار میں راستہ طے کر رہا ہے۔ چند لمحوں کے بعد لڑکی کے گھر پہنچ کر کار روک کر باہر نکلتا ہے۔ کوئی منتظر کھڑا ہے۔)

اکرام :۔ السّلام علیکم۔

آصف :۔ وعلیکم السّلام۔

اکرام :۔ غالباً آپ آصف ہیں۔

آصف :۔ میں آصف ہوں اور آپ اکرام۔

اکرام :۔ میں اکرام ہوں۔

آصف :۔ آیئے اندر تشریف لے چلیئے۔

اکرام :۔ چلیئے۔

(دونوں ڈرائنگ روم میں پہنچکر صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں اکرام بغور روم کا جائزہ لیتا ہے۔)

اکرام :۔ ڈرائنگ روم تو بڑا شاندار ہے۔!

آصف :۔ صاحب خانہ کو کیا کمی ہے۔ اے کلاس کنٹریکٹر ہیں۔

اکرام :۔ (بے ساختہ) سالانہ انکم کیا ہوگی۔!

آصف :۔ بھئی سالانہ income تو وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں لیکن میرا اندازہ چھ سات لاکھ کا ضرور ہے۔

اکرام :۔ کہاں ہے کنٹریکٹ۔

آصف :۔ اس وقت ضلع کھمم میں P, W, D, Road بنا رہے ہیں۔

اکرام :۔ بہت اچھے کاروبار ہیں۔ میں موصوف سے ملنا چاہتا ہوں۔

آصف :۔ وہ تو اس وقت SPOT پر کام کروا رہے ہیں۔ مارچ کا مہینہ ہے۔ بے حد مصروف ہیں۔ لیکن فون پر انہوں نے لڑکی دکھانے اور آپ سے بات چیت کرنے کی مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ بہرحال آپ اولاً لڑکی دیکھ لیں پھر مزید بات چیت ہوگی۔

(اتنے میں ملازم فروٹس بسکٹ وغیرہ وغیرہ لاکر میز پر رکھدیتا ہے)

آصف :۔ بسم اللہ کیجئے۔

اکرام :۔ یہ طرح طرح کے پھل مٹھائیاں وغیرہ وغیرہ اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

آصف :۔ یہ کیا اہتمام ہے۔ اگر حمید اللہ صاحب ہوتے تو دنیا جہان کی چیزیں ہوتیں۔

اکرام :۔ اب بھی کافی ہے۔

آصف :۔ جو کچھ ہے حاضر خدمت ہے۔ تکلف نہ کیجئے۔ یہ گاجر کا حلوہ دلہن کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔

اکرام :۔ (چکھ کر) واقعی بڑا لذیذ ہے!

آصف :۔ حمید اللہ صاحب کی فیملی کو بہترین پکوان کرنے اور ضیافتیں دینے کا بڑا شوق ہے ایسے کاروبار میں موصوف پیش پیش ہی رہتے ہیں۔

اکرام :۔ اچھا۔

آصف :۔ اور شکم سیر ہو کر کھانے والے نوجوان کو پسند کرتے ہیں۔

اکرام :۔ میں تو بے تکلف ہو کر بڑے ذوق و شوق سے کھا رہا ہوں۔

آصف :۔ تھوڑا اور بے تکلف ہونے کی ضرورت ہے۔

اکرام :۔ لیجئے اور تھوڑا بے تکلف ہو جاتا ہوں (گلاب جامن لیکر کھانا شروع کرتا ہے۔)

گلاب جامن تو بڑا لذیذ ہے۔

آصف :۔ آج حمید اللہ صاحب ہوتے تو بڑا لطف آتا۔

اکرام :۔ آپ بھی کچھ کم نہیں معلوم ہوتے ہیں ان سے۔

آصف :۔ میں کیا ہوں۔ میں تو ان کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔

رام :۔ ٹھیک ہے ۔ آپ بھی تو کچھ ! کھائیے ۔
صف :۔ لیجئے یہ دودھ پیڑا اٹھا لیتا ہوں ۔
(منہہ میں رکھ کر کھانا شروع کرتا ہے ۔
رام :۔ (بغور دیکھ کر) شیر چیتے وغیرہ جانوروں کے چمڑے تو خاص
تمام سے لگائے گئے ہیں دیواروں پر ۔
صف :۔ حمید اللہ صاحب شکار کے بڑے شوقین ہیں ۔
نگلوں میں رہنے کا موقع ملتا ہے کچھ نہ کچھ شکار کھیلتے ہی رہتے
ہیں ۔ اور چمڑے جمع کرنے کا بڑا شوق ہے انہیں ۔
رام :۔ معلوم ہوتا ہے شاہانہ مزاج رکھتے ہیں ۔
صف :۔ بالکل ۔ آپ مل کر بہت خوش ہوں گے ان سے ۔
رام :۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے ۔
(اتنے میں ملازم ٹرے میں دودھ دان ، چائے دان شکر دان
پلیس لیکر آتا ہے اور کپس ٹرے سے نکال کر ٹیبل پر رکھ دیتا ہے
صف :۔ ارے ! مستان اتنا جلدی چائے کیوں لے آیا ۔
رام :۔ وقت پر لے آیا ہے ۔ چائے بنائیے ۔ اس کی بھینی بھینی
شبو مجھے چائے پینے پر مجبور کر رہی ہے ۔
صف :۔ ابھی سے ! ابھی تو آپ کچھ نہیں کھائے ۔
کیلا نہیں کھائے ۔ سیب نہیں کھائے ۔
رام :۔ جتنا کھانا تھا کھا چکا ۔ اب چائے چاہیئے مجھے ۔

(آصف چائے بناتا ہے ۔ خوشبو مہک اٹھتی ہے ایک کپ اکرام کے سامنے اور ایک کپ آگے رکھ لیتا ہے)

اکرام :۔ (چسکی لیکر) بڑی خوشبو دار اور لذیذ چائے ہے ۔

آصف :۔ حمید اللہ صاحب چائے کے بڑے شوقین ہیں خاص کشمیر کی پتی استعمال کرتے ہیں ۔

اکرام :۔ خاص رکھ رکھاؤ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں ۔

آصف :۔ ہاں ۔ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہوگا جو ان کی فیملی میں شامل ہو جائے ۔

اکرام :۔ اگر خدا نے چاہا تو مجھے ان کے خاندان میں شامل سمجھئے ۔

آصف :۔ ضرور ـــ !

اکرام :۔ بھائی نہیں ہے لڑکی کا ۔

آصف :۔ دو بھائی ہیں ۔ ایک حمید اللہ صاحب کے ساتھ ہی ہے اور ایک اعلیٰ تعلیم کیلئے امریکہ گیا ہے ۔

اکرام ۔ کوئی چچا ـــ !

آصف :۔ ایک چچا ڈاکٹر انصار اللہ ہیں وہ بھی امریکہ ہی میں ہیں ۔

آصف :۔ آپ کے کتنے بھائی ہیں ۔

آصف :۔ میں ایک ہی ماموں ہوں لڑکی کا ۔

اکرام :۔ آپ کی مصروفیت ۔

آصف :۔ Business ۔ پولٹری فارمس ہیں ۔ انڈے برآمد کرنے

کی ایجنسی ہے ۔ ہفتہ میں دو لاری انڈے بمبئی کو بھیجتا ہوں اور لوگ ایجنسی پر بھی آکر لیجاتے ہیں ۔

(اتنے میں ملازم آتا ہے اور برتن ٹرے میں رکھنا شروع کرتا ہے۔)

آصف :۔ مستان ۔

مستان :۔ جی ہاں صاحب ۔

آصف :۔ عائشہ سے کہو کہ آکر پردے کے پیچھے بیٹھ جائے ۔

مستان :۔ اچھا صاحب (اور مستان برتن لے کر چلا جاتا ہے پھر خالی ٹرے لئے لوٹتا ہے ۔)

مستان :۔ صاحب ۔ چھوٹی بیگم صاحبہ پانچ منٹ میں آجائیں گی ۔

(پھر برتن جمع کرنے لگتا ہے ۔)

آصف :۔ ٹھیک ہے ہاں آپ کے Appointment کیا ہیں ۔؟

اکرام :۔ میں B.E ہوں ۔

آصف :۔ پھر تو خوب میل رہے گا ۔ خسر صاحب P.W.D کنٹرکٹر اور داماد صاحب انجینیر ۔

اکرام :۔ ہاں یہ بھی عجیب اتفاق ہے ۔

آصف :۔ آپ کا Appointment کہاں ہوا ہے ۔

اکرام :۔ سعودی عربیہ میں بحیثیت انجینیر میرا Appointment ہوا ہے ۔

آصف :۔ کتنی تنخواہ پر۔

اکرام :۔ فی الحال ہندوستانی ۱۲ ہزار ملیں گے ۔

آصف :۔ ٹھیک ہے لیکن عرب ممالک مستقل سکونت کی جگہ نہیں ہے دو چار سال نوکری کر کے لوٹ جانا چاہیئے۔

اکرام :۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے ۔

(رمستان واپس لوٹتا ہے ۔)

رمستان :۔ صاحب ۔ چھوٹی بیگم صاحب آچکی ہیں ۔

آصف :۔ پردہ کھینچو ۔

(رمستان پردہ کھینچتا ہے)

عائشہ :۔ آداب عرض ۔

اکرام :۔ (بغور ایک نظر چہرے پر ڈالتا ہے اور پریشان ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے ۔)

میں چلتا ہوں ۔

آصف :۔ ارے صاحب بیٹھئے ۔ ایسی کیا جلدی ہے آپ ابھی لڑکی کو دیکھے بھی نہیں ۔ کوئی بات چیت بھی نہیں ہوئی اور جانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔

اکرام :۔ میں لڑکی کو دیکھ چکا ۔ آگے دیکھنے کی ہمت نہیں ہے ۔

آصف :۔ کیوں ۔ آخر کیا محسوس کیا آپ نے ۔!

کچھ کہئے بھی ۔ (رمستان سے) رمستان پردہ کھینچ دو اور عائشہ سے

دو کہ گھر میں چلی جائے۔

ستان :۔ اچھا صاحب۔ (پردہ کھینچتا ہے۔)

مف :۔ ہاں تو اکرام صاحب اب کہئے اور صاف کہئے۔
پ کو کھلی آزادی ہے۔

ام :۔ مجھے لڑکی پسند نہ آئی۔

مف :۔ کیوں؟

ام :۔ اس کا رنگ کالا ہے اور ناک نقشہ بھی ٹھیک سا نہیں۔

مف :۔ دلہن کی سانولی ہے۔ عام لڑکیوں جیسی لڑکی ہے۔
م یافتہ ہے پکوان میں ماہر ہے۔ ہاں حسیناؤں میں شمار نہیں
سکتا۔ لیکن گھر گھرہستی کیلئے بہترین شریک حیات ثابت ہوگی۔

م :۔ آپ کچھ بھی کہئے مجھے لڑکی پسند نہیں آئی۔

مف :۔ اگر آپ شمع خانہ بنانا چاہتے ہیں تو بہترین لڑکی ہے اگر
پ شمع محفل بنانا چاہتے ہیں تو الگ بات ہے۔

م :۔ میں اپنی مرضی کا آپ مالک ہوں۔ چاہے شمع خانہ بناؤں
مع محفل۔ آپ میرے ذاتی معاملات میں مخل نہیں ہو سکتے۔

مف :۔ یوں جذبات میں نہ آئیے۔ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔
آپ چاہتے ہیں تو جوڑے کی رقم ایک لاکھ کر دیتا ہوں یعنی کل
لاکھ میں شادی ہوگی۔

م :۔ (حیرت سے) کیا رقم بڑھا کر آپ مجھے خریدنا چاہتے ہیں۔

آصف :- ہوتو ایسا ہی رہا ہے ۔ جب تک زیادہ رقم نہ دی جائے اچھا لڑکا نہیں ملتا ۔ اس لئے ہم لوگ بھی رقمیں بڑھا رہے ہیں ۔

اکرام :- اس طرح رقم بڑھا کر آپ مجھے خرید نہیں سکتے ۔ تین لاکھ تو کیا تیس لاکھ بھی آپ خرچ کریں تو مجھے نہیں چاہیئے ایسی لڑکی ۔

خدا حافظ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور تیز تیز قدم چلتے ہوئے باہر نکل کر موٹر اسٹارٹ کرکے روانہ ہو جاتا ہے ۔

گھر پر موٹر روک کر مکان میں داخل ہوتا ہے ۔

(قدموں کی چاپ)

اکرام :- ابّا ـــ!

اعجاز :- ہوں ۔

اکرام :- میں زیب النساء سے شادی کرنا چاہتا ہوں ۔

اعجاز :- کون زیب النساء ۔

اکرام :- وہی خالہ جان کی لڑکی ۔

اعجاز :- لیکن یاد رکھو ان کے پاس کچھ نہیں ہے ۔ نہ رہنے کیلئے اچھا مکان ہے نہ . . . .

اکرام :- بات کاٹ کر کوئی بات نہیں ابا ۔

اعجاز :- شادی کیلئے انہیں پیسے بھی ہمیں دینا پڑے گا ۔

اکرام :- مجھے منظور ہے ۔

اعجاز :- پھر گلہ نہیں کرنا کہ میں نے غریب خاندان میں رشتہ طے کیا ۔

اکرام :- رشتہ تو امی نے طے کیا تھا۔
اعجاز :- طے کیا تھا۔ تو کیا ٹوٹ نہیں سکتا۔
اکرام :- ٹوٹ سکتا ہے۔ شادی کیلئے جاتے ہوئے دولہے بھی پلٹ سکتے ہیں۔ لیکن میری منگنی نہیں ٹوٹ سکتی جب تک کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک نہ مر جائے۔
اعجاز :- (غصہ سے) اکرام ---!
اکرام :- جی -!
اعجاز :- جذبات میں کئے ہوئے فیصلے درست نہیں ہوتے۔ پھر بھی ایک بار سوچ لو۔
اکرام :- میں بہت سوچ سمجھکر اور قطعی فیصلے پر پہنچ کر آپ سے عرض کر رہا ہوں۔
اعجاز :- تم شوق سے کر سکتے ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پھر بھی ایک بار سوچ کر آؤ میرے پاس۔
اکرام :- اچھا (قدموں کی چاپ اپنے کمرے میں چلا جاتا ہے اور صوفے پر اپنے آپ کو ڈال دیتا ہے۔)
اکرام :- (اپنے آپ سے) میں لڑکا نہ ہوا غلام ہوگیا --- اعجاز صاحب کا میرے دل و دماغ تک گویا ان کی گرفت میں ہیں اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتا کہتے ہیں کہ پھر بھی ایک بار سوچ کر آؤ --- ہوں پھر میں کسی غیر غلط لڑکی سے شادی نہیں کر رہا ہوں اپنی خالہ کی لڑکی

سے اور حسن کو میری مرحوم ماں نے بڑی آرزوؤں سے میرے لئے منتخب کیا تھا اگر انکار کردوں تو ایک طرف ان کی روح کو تکلیف پہنچے گی۔ میری خالہ جان زندہ درگور ہو جائے گی اور خود میری دنیا تباہ ہو جائیگی۔ اتنی عظیم تباہی کے ارتکاب کیلئے میں پھر ایک بار سوچ لوں۔ سوچ چکا بہت سوچ چکا۔ صبح والد صاحب سے اپنا آخری فیصلہ بیان کردوں گا۔

(اکرام۔ اسکوٹر اسٹارٹ کرکے روانہ ہوتا ہے اور خالہ کے گھر پہ اسکوٹر روک کر اتر پڑتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)

زیب :۔ (دروازہ کھولتی ہے! آپ۔! (واپس لوٹتی ہے۔)

اکرام :۔ ذرا رکو تو۔ اتنا ناراض ہو مجھ سے! مجھے معاف کردو زیب۔ میں نے تمہارے نازک دل کو ٹھیس پہنچائی۔

زیب :۔ (پلٹ کر) کیا ابھی آپ کی آرزو نہیں نکلی! کیا پھر تازہ نشتر لگانے آئے ہیں۔!

اکرام :۔ میں تمہارے زخم اپنے آنسوؤں سے دھونے آیا ہوں۔ کہاں ہیں خالہ جان۔!

تمہاری خالہ جان مرگئی سمجھو۔ امی نے تمہیں اپنے بچے کی طرح چاہا تھا سو اس کا یہ بدلہ دیا تم نے۔! ہماری زندگی میں آگ لگا کر دیکھنے آئے ہو کہ ہم کس طرح جل رہے ہیں!

اکرام :۔ میں مجرم ہوں۔ تم چاہو تو مجھے قتل کرسکتی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ

کہ خالہ جان کہاں ہیں۔

زیب :۔ بہت جلد یاد آئی خالہ جان — اوہ دوا خانہ گئی ہیں۔
طبیعت ٹھیک نہیں ہے ان کی۔

فاطمہ :۔ (داخل ہوتے ہوئے) کیا ہے۔ زیب النساء کون آیا ہے۔

زیب :۔ (قریب آکر) اکرام حسین آئے ہیں۔ آپ کے عزیز بھانجے۔

اکرام :۔ خالہ جان میں ندامت سے اپنا سر جھکا دیتا ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ شرمندہ ہوں آپ لوگوں سے! میرا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ ذرا مجھے اپنے سینے سے لگا لیجئے تاکہ سکون ملے۔

فاطمہ :۔ آ بیٹا لگ جا میرے سینے سے۔ بس دیوانے تو مجھے اپنا دشمن سمجھتا رہا۔ کہاں چھپا رہا اتنے دنوں! کہیں کوئی لڑکی پسند آئی ہے تو جلد شادی کر لے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ . . . .

(آواز بھرا کر حلق میں اٹک جاتی ہے)

اکرام :۔ خالہ جان روئیے مت — روئیے مت — میں فیصلہ کر کے آیا ہوں کہ شادی زیب النساء سے کروں گا۔

فاطمہ :۔ (فرط محبت سے) سچ — !

اکرام :۔ ہاں بالکل سچ — !

فاطمہ :۔ تو نے تو اس کو ناپسند کیا تھا نا۔

اکرام :۔ لوگوں نے مجھے بھٹکا دیا تھا خالہ جان — میں اماں کی وصیت کو بھول گیا تھا۔ یہ تو میرا بچپن کا جوڑا ہے۔ بہرحال آپ لوگ مجھے

معاف کردیں۔ میں بھی انسان ہوں۔ غلطی ہو گئی مجھ سے۔

فاطمہ :۔ کیا بھائی جان بھی رضا مند ہیں۔

اکرام :۔ ابا بھی رضا مند ہیں اور آپ سے شرمندہ ہیں۔

فاطمہ :۔ اللہ تیرا شکر ہے تونے ہمارے دلوں کے زخم دھو دیئے۔ لیکن کب کرنا ہے بیٹے شادی۔

اکرام :۔ بس اسی ہفتہ میں۔

فاطمہ :۔ اتنا جلدی کیسے ہو گی۔ ہمارے پاس پیسے کہاں ہیں۔؟

اکرام :۔ یقیناً کہاں سے آئیں گے اتنا جلدی پیسے۔

فاطمہ :۔ پھر تو نہیں ہو سکتی شادی۔

اکرام :۔ شادی کی گھڑی ٹل نہیں سکتی خالہ جان ۔ اب وقت آ گیا ہے میں نے خود پیسوں کا انتظام کر لیا ہے (بیگ کھول کر پیسے نکالتا ہے) یہ لیجئے فی الحال دس ہزار روپئے ۔ گن لیجئے۔

فاطمہ :۔ مجھے کہاں گننا آتا ہے بیٹا اتنی بڑی رقم۔

زیب :۔ کہاں ہے زیب چلی گئی کمرے میں۔ اب تیرے سامنے نہیں آئے گی وہ۔

اکرام :۔ اچھا خالہ جان میں چلتا ہوں پیسے حفاظت سے رکھئے اور ماموں جان کو بلا کر ان کے مشورے سے شادی کے انتظامات شروع کر دیجئے۔ میں ابا کے مشورے سے شادی کی تاریخ مقرر کر کے پرسوں آؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ پرسوں تک مزید رقم کا بندوبست ہو گا۔

فاطمہ :- اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔
اکرام ! اچھا خالہ جان چل رہا ہوں ـــ خدا حافظ ۔
فاطمہ :- اچھا بیٹے ۔ خدا حافظ ۔
اکرام :- (بلند آواز سے) خدا حافظ زیب ـــ اب بھی غصہ کم ہوا ہے یا نہیں ـــ
زیب :- (آہستہ سے) کم ہوگیا ۔ (زیب فاطمہ کے پاس واپس آتی ہے)
فاطمہ :- زیب ذرا گن تو سہی کتنی رقم ہے ۔
زیب :- (گن کر) سو سو کے سو نوٹ ہیں اس طرح دس ہزار ہوئے ۔
فاطمہ :- الماری میں رکھ کر مقفل کر دے ۔
زیب :- اچھا ـــ !
فاطمہ :- (اپنے آپ سے) اب مجھے ایک منٹ کی فرصت نہیں ہے سارے انتظامات ایک ہفتے ہی میں مکمل کرنا ہے ۔ کیسے ہوگا ۔ جس گھڑی کو بہت دور بلکہ ناممکن سمجھ بیٹھے تھے وہ خواب کی طرح آن پہنچی ـــ عجیب تیرے کھیل ہیں میرے مالک ۔
زیب :- رکھ آئی امی ـــ
فاطمہ :- اچھا ـــ میں پہلے وضو کرکے دو رکعت نماز شکرانہ تو ادا کرلوں ـــ (چلی جاتی ہے)
زیب :- (بے ساختہ گنگنانے لگتی ہے)

کوئی میرے دل میں خوشی بن کے آیا
اندھیرا تھا گھر روشنی بن کے آیا

شکیلہ :۔ (داخل ہوکر) او ہو زیب ! آج بہت خوش نظر آرہی ہو تم ۔ وہ کون ہے جو تمہارے دل میں روشنی بن کر آیا ہے ۔ ؟

زیب :۔ وہی جو بے وفا بنکر چلا گیا تھا ۔

شکیلہ :۔ وہی کون ۔ ؟

زیب :۔ اکرام ۔

شکیلہ :۔ چلو مٹھائی کھلاؤ ہماری کوشش کامیاب ہوگئی ۔

زیب :۔ کیا کوشش تھی تمہاری ۔ ! تم نے کچھ بتایا ہی نہیں ۔

شکیلہ :۔ اگر پہلے بتا دیا ہوتا تو ایسی کامیابی نہیں ہوتی اس لئے پروگرام مخفی رکھا گیا تم سے ۔

زیب :۔ اچھا ۔ لیکن اب تو بتاؤ ۔

شکیلہ :۔ ہم نے دو اشخاص کا Appointment کیا تھا ۔ پہلے شخص کو مقررہ وقت پر اکرام کو فون کرنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ لڑکی کی شادی پر ڈیڑھ لاکھ کا خرچہ کر رہے ہیں ۔ دوسرے شخص کا کام نہایت اہم تھا اس کو بتانا تھا کہ لڑکی کی شادی پر تین لاکھ کی رقم خرچ کی جائے گی ۔ غرض دونوں نے کامیاب اداکاری کی کہ اکرام پلٹ کر تمہارے پاس آ گئے ۔

زیب :۔ اچھا ۔ !

شکیلہ :- ہاں — اس میں تمہاری کامیابی تو ہے ہی لیکن ہم انجمن
بڑی کامیابی سمجھتے ہیں اس کو۔

زیب :- واقعی لیکن کیا خرچہ ہوا۔

شکیلہ :- قریباً ایک ہزار روپے خرچ ہوئے۔

زیب :- کوئی بات نہیں — میں جلد ہی ادا کردوں گی یہ رقم۔

شکیلہ :- زیب تم سے شکایت ہے کہ تم نے کوئی عملی کام نہیں کیا
ری انجمن کیلئے۔

زیب :- مجھے تو اپنی پڑی تھی۔ اب شادی کے بعد ضرور انجمن کیلئے
من دھن سے کام کروں گی۔

(قدموں کی چاپ)

شکیلہ :- آداب خالہ جان!

خالہ :- آداب بیٹی۔ جیتی رہو۔ ارے زیب کچھ چائے وائے کا
بندوبست کرو شکیلہ کیلئے۔!

زیب :- امی آپ آگئیں — میں جاتی ہوں چائے بنانے کیلئے۔!
(چلی جاتی ہے)

خالہ :- بہت دنوں کے بعد آئی ہو شکیلہ! کہاں تھی ان دنوں۔!

شکیلہ :- یہیں تھی خالہ جان۔ انجمن کے کاروبار بڑھ گئے ہیں۔
بہت کم ملتی ہے اس لئے نہیں آسکی۔ البتہ زیب سے آپ کی
خیریت پوچھ لیا کرتی تھی۔ ہاں تو خالہ جان اکرام پھر لوٹ آئے

آپ کے یہاں ۔ بڑی خوشی کی بات ہے ۔ لیکن کیا بات چیت ہوئی کیا طے پایا ۔ ؟

فاطمہ :۔ اچانک حواس باختہ آیا ۔ معافی چاہا اور میرے سینے سے لگ کر جلد از جلد شادی کر دینے کی درخواست کی ۔

شکیلہ :۔ کیا لین دین پر کچھ بات چیت نہیں ہوئی ۔

فاطمہ :۔ نہیں بیٹا ۔ کہاں کا لین دین ۔ لوگوں نے جھٹکا دیا تھا اس کو ۔

اب نہایت شرمندہ ہے اور اس نے خود ہی شادی کے فوری انتظامات کیلئے دس ہزار روپئے بھی دیئے ہیں اور مزید رقم لانے کا وعدہ کر کے گیا ہے ۔

شکیلہ :۔ واللہ ۔ عجیب واقعہ ہوا ۔ یا تو خود ہی لاکھوں روپئے لوٹنے کی فکر میں تھے یا خود ہی لٹ کر چلے گئے ۔

فاطمہ :۔ ہاں بیٹا ۔ مردوں کی عقل الٹی ہوتی ہے ۔ جو سوجھی سو سوجھی ان لوگوں کو ۔

شکیلہ :۔ واقعی خالہ جان ۔ اللہ کا شکر ہے ہماری کوشش بھی کامیاب ہوئی ۔

فاطمہ :۔ (حیرت سے) تمہاری کوشش تھی اس میں ۔

شکیلہ :۔ جی ہاں ۔ پہلے اللہ کا فضل شامل حال تھا پھر ہماری کوششیں کہیئے ۔

فاطمہ :۔ (حیرت سے) اچھا۔ تو کیا کوشش تھی تمہاری۔
شکیلہ :۔ ہماری ایک انجمن ہے جس کا نام "انجمن بہبودی خواتین" ہے۔
اور اس کا کام بلا امتیاز مذہب و ملت تمام ممبران خواتین کی مدد کرنا ہے۔
فاطمہ :۔ کیا شرائط ہیں! کیا پروگرام ہے تمہاری انجمن کا۔
شکیلہ :۔ فی الحال لڑکیوں کی شادیوں میں جو رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں
انہیں دور کرنا ہے۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر ایک جامع پروگرام ہے
ہم چاہتے ہیں کہ ہماری انجمن کے ممبران کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے
چار پانچ لاکھ کا بجٹ ہو ہمارے پاس۔ ہم اپنی طرف سے غریب
لڑکیوں کا رشتہ طے کریں اور ہمارے صرفہ سے ان کی شادیاں ہوں
اور ہم بھی اپنی طرف سے شرائط رکھیں۔
فاطمہ :۔ آخر کیا شرائط ہوں گی۔
شکیلہ :۔ یہی کہ خوبصورت لڑکی بدصورت مرد کو نہیں دی جائیگی۔
تعلیم یافتہ لڑکی جاہل مرد کو نہیں دی جائے گی۔ کم عمر لڑکی عمر رسیدہ
شخص کو نہیں دی جائے گی۔ ایک لڑکے کے انتخاب میں ہم اس
بات کا خیال رکھیں گے کہ لڑکا لڑکی کیلئے موزوں ہے یا نہیں۔ اس
کی Personality کیسی ہے! قابلیت کیا ہے! خیالات
کیسے ہیں! اپنے مستقبل کے بارے میں اس کے پاس کوئی پروگرام
ہے یا نہیں۔ غرض اس کا باضابطہ Interview لیں گے ہم۔
فاطمہ :۔ پھر تو لڑکوں کے پسینے چھوٹ جائیں گے۔

مشکیلہ :۔ ایسی گھتی بندھ جائے گی کہ لڑکی کے والدین سے مطالبہ کرنا بھول جائیں گے۔

فاطمہ :۔ واقعی بیٹیا، ہونی ہی چاہیئے ایسی کوئی انجمن ۔ اب تو یہ حال ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے سوالات کی بوچھار ہوتی ہے اور لڑکی والے جوابات کی سوچ بچار میں اپنی سدھ بدھ بھول جاتے ہیں ۔

شکیلہ :۔ اسی لیئے تو ان کی ہمتیں بڑھ رہی ہیں ۔ فاتح کی طرح لڑکی والوں سے باتیں کرتے ہیں ۔

فاطمہ :۔ ہاں بیٹیا بڑے نیک کام کا بیڑا اٹھایا ہے تم نے ۔ خدا تمہیں کامیابی دے ۔

شکیلہ :۔ آمین ۔

زیب :۔ (ٹرے میں مٹھائی اور پھل لیئے آتی ہے)

چچی شکیل پہلے تم منہ میٹھا کرو ۔

شکیلہ :۔ پہلے تمہارا منہ میٹھا ہونا چاہیئے کیوں کہ تم دلہن بننے والی ہو ۔

زیب :۔ نہیں پہلے تمہارا ۔ کیوں کہ جو کچھ ہوا تمہاری وجہ سے ہوا ۔

فاطمہ :۔ ایسا نہیں ۔ چلو تم دونوں منہ کھولو ۔ میں دونوں کا منہ ایک ساتھ میٹھا کرا دیتی ہوں ۔ یہ لو ہیں دونوں ہاتھ میں دو گلاب جامن اٹھا لی ہوں ۔ اگر دیر ہو گی تو شیرا گر کے تم دونوں کے کپڑے خراب ہو جائیں گے ۔

زیب :۔ چلو دونوں منہ کھول رہے ہیں جلدی ڈالو کرسی ۔

فاطمہ :۔ ہاں ۔ ہاں ۔بس ۔ یہ لو میں خود بھی ایک گلاب جامن سے
اپنا منہہ میٹھا کر لیتی ہوں ـــــ چلو رسم ادا ہوگئی ۔ اب تم لوگ اپنے
اپنے ہاتھ سے کھاؤ ۔!
شکیلہ :۔ خالہ جان ! اللہ کا شکر ہے کہ آپ کے سینے کا بوجھ ہلکا ہوگیا.
فاطمہ :۔ ہاں شکیلہ ۔! بیٹی کا بوجھ بڑا بھاری ہوتا ہے ۔
زیب :۔ امی ۔ اب تو آپ بالکل ہلکی پھلکی نظر آ رہی ہیں ۔
فاطمہ :۔ اب تو تجھے مذاق سوجھ رہا ہے یا تو یہ حال تھا کہ رو رد کر
جان ہلکان کر رہی تھی یا اب چہلیں کر رہی ہے ۔
شکیلہ :۔ اب تو اس کے من کا گلاب کھل رہا ہے ۔ خالہ جان ۔
فاطمہ :۔ اللہ اس کی ہر آرزو پوری کرے ۔ اب میرے لئے چائے
لا بیٹی ۔! تم لوگ کھاؤ ابھی ۔
شکیلہ :۔ میں بھی کھا چکی خالہ جان ۔ مجھے بھی چائے چاہیئے ۔
زیب :۔ ابھی لائی ۔ (چلی جاتی ہے ۔)
فاطمہ :۔ ایک ہی ہفتہ میں شادی کے سارے انتظامات سے
نمٹنا ہے. تم نور جہاں شگفتہ اور باہر کے کاموں کیلئے تمہارے
بھائیوں کی مدد چاہیئے مجھے ۔
شکیلہ :۔ خالہ جان آپ بے فکر رہیں ۔ ہم سب تن من لگاکر کام
کریں گے ۔ اگر ضرورت پڑے تو انجمن کی اور لڑکیاں بھی آموجود
ہوں گی ۔

فاطمہ :۔ تم لوگوں سے یہی امید ہے۔ شکیلہ زیب کے ابّا کے انتقال کے بعد گھر کے کاروبار بگڑتے گئے۔ افتخار اور انور کچھ کام دھندا کرنے کے بجائے باپ کی جائیداد بیچ بیچ کر عیش کرنے لگے۔ ورنہ میں بھی بہت کچھ جمع کی تھی بچّی کی شادی کیلئے۔

شکیلہ :۔ گھر کے سب لوگ مل جل کر کام کریں تب ہی، کام بنتا ہے خالہ جان۔ اگر اور لوگ خراب ہوں تو ایک آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

فاطمہ :۔ ہاں بیٹا۔ میرا بھی یہی حشر ہوا۔ ایک بیٹی اور میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکی۔ بیٹوں نے لوٹ لیا مجھے۔

شکیلہ :۔ اب جانے دیجئے خالہ جان۔ دل کو آزردہ مت کیجئے۔ اللہ خود کام بنا دیا ہے آپ کا۔

فاطمہ :۔ میں تو اللہ کی شکر گذار ہوں۔ لیکن اکرام اور اس کے والد کے سامنے شرمندگی ہے مجھے! کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

شکیلہ :۔ لیکن آپ نے ان کے آگے ہاتھ تو نہیں پھیلایا نا۔

فاطمہ :۔ کچھ بھی ہو۔ وہ لوگ آئندہ طعنے نہیں دیں گے۔

شکیلہ :۔ آئندہ کی مت سوچئے خالہ جان۔ میں سمجھتی ہوں زیب النساء کے مطیع ہو جائیں گے وہ لوگ۔

فاطمہ :۔ اللہ تیری زبان آمین کرے۔

(زیب النساء چائے کی ٹرے لئے آتی ہے)

زیب :۔ ارے۔ تم لوگ ابھی ختم نہیں کئے ان چیزوں کو۔!

شکیلہ :۔ بس جی بھر کھا چکی۔

(زیب النساء ماں کے شکیلہ کے اور خود کے سامنے چائے کی پیالیاں رکھتی ہے)

زیب :۔ لیجئے چائے نوش فرمائیے۔

فاطمہ :۔ چلو بیٹی شروع کرو۔

شکیلہ :۔ اچھا (ایک گھونٹ لے کر چسکی لیتی ہے)

(سب لوگ خاموش چائے پیتے ہیں۔)

شکیلہ :۔ (اٹھ کھڑی ہوتی ہے) خالہ جان اجازت دیجئے۔

فاطمہ :۔ اچھا۔

شکیلہ :۔ زیب ! جب بھی ضرورت پڑے مجھے فون کر دینا۔

زیب :۔ اچھا۔

(چلی جاتی ہے)

اکرام :۔ (داخل ہو کر) آداب خالہ جان۔

فاطمہ :۔ (پلٹ کر) اکرام — آؤ آؤ بیٹھو۔

اکرام :۔ ابّا بھی آئے ہیں۔ باہر کھڑے ہیں۔

فاطمہ :۔ بلاؤ انہیں۔

(اکرام جاتا ہے اور دوسرے لمحے اکرام اور اعجاز صاحب مل کر آتے ہیں۔)

فاطمہ :۔ آداب عرض بھائی جان — !

اعجاز :۔ آداب ۔
فاطمہ :۔ تشریف رکھئے ۔
اعجاز :۔ فاطمہ خیریت سے تو ہو ۔!
فاطمہ :۔ دیکھئے ایسی ہوں ۔ (بغور دیکھ کر)
آپ کی ایک زمانے کے بعد تشریف آوری سے اچانک مجھے ایک شعر یاد آرہا ہے ۔
اعجاز :۔ سناؤ بھئی ۔
فاطمہ :۔ طنز و مزاح کے لہجہ میں ۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو ... کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں ۔

اعجاز :۔ تم ابھی بھی مذاق نہیں چھوڑی ہو ۔!
فاطمہ :۔ کیسے چھوٹے گا مذاق ! آپ کا اور میرا رشتہ ہنسی مذاق کا ہے ۔
اعجاز :۔ مجھے فرصت کہاں ملتی ہے ۔! (محجوب ہو کر)
خیر اب تو آگیا ہوں نا ۔
فاطمہ :۔ مہربانی آپ کی ۔
اعجاز :۔ ہاں تو کہاں شادی کر رہی ہو ! شادی کے انتظامات شروع ہوئے یا نہیں ابھی تمہارے پاس ۔
فاطمہ :۔ شروع ہو گئے ہیں مختار بھائی انتظامات میں مصروف ہیں ۔ شادی کی تاریخ مقرر ہونے پر کمال یار جنگ محفوظ کر والیں گے ۔

اعجاز :۔ ٹھیک ہے اکرام باہر جانے والا ہے ۔ اس کا خیال ہی غیر ضروری
چیزوں پر رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔
فاطمہ :۔ اچھا ۔
اعجاز :۔ میں نے شادی کیلئے اس ماہ کی ۲۰ ر تاریخ مقرر کی ہے ۔ تمہارا
کیا خیال ہے ۔ ؟
فاطمہ :۔ ٹھیک ہے ۔
اعجاز :۔ زیورات تو محفوظ ہوں گے تمہارے پاس !
فاطمہ :۔ دس تولے کے طلائی زیورات محفوظ ہیں زیب النساء کیلئے ۔
اعجاز :۔ یوں ہی پوچھ لیا ۔ مجھے لین دین سے کوئی دلچسپی نہیں ۔
تم جانو اکرام جانے ۔
اکرام :۔ خالہ جان آپ پریشان نہ ہوں آپ جو دیں ہمیں منظور ہے ۔
فاطمہ :۔ آپا کی یاد آ رہی ہے مجھے ۔ کاش وہ زندہ ہوتیں ۔
اعجاز :۔ مجھے بھی یاد آ رہی ہے ۔ مرحومہ بڑی نیک سیرت عورت
تھی ۔ اس کے انتقال کے بعد مجھے وہ آرام کبھی نصیب نہ ہوا جو
اس کی زندگی میں تھا ۔
فاطمہ :۔ وہ آرام کہاں سے نصیب ہوتا بھائی جان ۔
اعجاز :۔ لوگوں نے لاکھ سمجھایا کہ میں دوسری شادی کر لوں لیکن
میرے ضمیر نے اجازت نہیں دی اور جوانی کے دن کٹ ہی گئے ۔
اکرام :۔ ہماری شادی سے امی کی روح کو سکون ملے گا ۔

فاطمہ :- ضرور -
اعجاز :- اکرام دیدو رقم فاطمہ کو -
اکرام :- (بیگ سے نوٹوں کا بنڈل نکال کر سامنے رکھدیتا ہے)
لیجئے -
فاطمہ :- کتنے ہیں ؟
اکرام :- پندرہ ہزار
فاطمہ :- بھائی جان . آپ کے شکریہ کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں -!
اعجاز :- ایسا خیال کیوں کرتی ہو ! یہ تو آپس کا معاملہ ہے .
فاطمہ :- ابھی آئی (نوٹوں کا بنڈل اٹھا کر کمرے میں چلی جاتی ہے)
اعجاز :- زیب النساء کہاں ہے ؟
اکرام :- کمرے میں ہوگی -
(فاطمہ ٹرے میں چائے کیک پیسٹری لئے واپس آتی ہے اور سامنے رکھدیتی ہے) لیجئے !
اعجاز :- عجیب اتفاق ہے منگنی کی رسم میں ہماری بیگم صاحبہ اور تمہارے شوہر زندہ تھے آج دونوں ہی نہیں ہیں -
(پیسٹری اٹھا کر کھانا شروع کرتے ہیں)
فاطمہ :- اور دونوں بے حد خوش تھے .
اعجاز :- ہاں ---- یہ دنیا چل چلاؤ کی بستی ہے - کل ہم بھی نہیں

رہیں گے ۔ ؎

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور سارے جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

فاطمہ :۔ سچ ہے بھائی جان ۔ ہمیں چاہیئے کہ جو جو کام کرتے ہیں کرتے چلے جائیں ۔

اعجاز :۔ سچ کہتی ہو ــــ !

چوتھی کے ڈنر میں ہماری جانب سے کتنے مرد و خواتین شرکت کریں گے میں بعد میں اطلاع دوں گا ۔ کھانا اہتمام سے تیار کرنا چاہیئے ۔ بڑے بڑے عہدہ دار آئیں گے شادی میں ۔

فاطمہ :۔ آپ اطمینان رکھیئے ۔ مختار بھائی ان چیزوں کا خوب تجربہ رکھتے ہیں ۔

اعجاز :۔ مختار بھائی کے ہاتھ میں انتظام ہے تو مجھے کوئی فکر نہیں ۔ افتخار اور انور کہاں ہیں ۔ ؟

فاطمہ :۔ افتخار بمبئی میں ہے اور انور اورنگ آباد میں ۔ کل ہی ٹیلیگرام کر دیئے گئے ہیں دونوں کو ۔

اعجاز :۔ ٹھیک ہے تو اب ربط رکھو ہم سے ــ ضرورت پڑے تو فون کر دینا ۔ تم بھی آسکتی ہو ۔ مختار بھائی کو میرے یہاں بھیجو ۔ ایک زمانہ ہوا ان کو آئے ہوئے ۔

فاطمہ :۔ ضرور ۔

اوما ۔ اوشا بھی کیا صاف کہو ۔
موہن ۔ اوشا بھی عجیب نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی ۔
اوما ۔ (غصہ سے) موہن !
موہن ۔ (رواداری کے انداز میں) دیدی آپ خفا نہ ہوں ۔ میں آپ کی بھلائی کیلئے ہی کہہ رہا ہوں ۔ اگر وہ کہیں اوشا کو لے اڑا تو برادری میں ناک کٹ جائے گی ہم سماج میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکیں گے ۔
اوما ۔ یہ تمہارا وہم ہے ۔ موہن اس کو دماغ سے نکال دو ۔ آئندہ کسی سے ذکر نہیں کرنا ۔
موہن ۔ مجھ میں برائی ہے کہ جو کچھ سمجھتا ہوں صاف صاف کہہ دیتا ہوں ۔ آگے آپ کا اختیار ہے مانیں یا نہ مانیں ۔
اوما ۔ تم غلط محسوس کر رہے ہو ۔
موہن ۔ دوستی کے نشے میں آپ کی نظریں کام نہیں کر رہی ہیں ۔
اوما ۔ تمہاری بات میری سمجھ سے باہر ہے موہن ۔
موہن ۔ تیر نشانے پر بیٹھا ہے میرا ۔ مجھے مرزا صاحب سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن ان کے لڑکے کی آمد و رفت مجھے کھلتی ہے اس کو روکنا چاہیئے ۔
اوما ۔ تمہارے جیجا جی اور ان لوگوں میں گہرا یارانہ ہے ۔
موہن ۔ ہوگا ۔ اگر جسم کا کوئی حصہ مسلسل دکھ رہا ہو تو آپریشن سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے ۔

ا۔ خیر موہن تم اس کی چنتا نہ کرو ۔ یہ اندرونی معاملہ ہے ۔ میں
ٹ لوں گی ۔ اچھا یہ بتاؤ اس پیام کا کیا ہوا ! وہی نظام آباد
ہے ۔

ہن ۔ میرا جانا ہی نہیں ہوا دیدی ۔ پرسوں چھٹیاں آرہی ہیں
ارے مرد گھر پر ہی مل جائیں گے ۔

۔ما ۔ تو اچھا موقع ہے ۔

ہن ۔ ہے تو سہی ۔ لیکن نظام آباد کا سفر درپیش ہے ۔ بسوں کے
رایہ بڑھ گئے ہیں ۔ پھر ٹکسی لیکر سٹان سے ان کے گھر پہنچنا ہوگا ۔

وما ۔ کوئی بات نہیں ۔ یہ لو سو کی نوٹ بات پکی کر آنا ۔

وہن ۔ نہیں معلوم وہاں کتنے دن ٹھہرنا پڑیگا دیدی ـــــ ایسی
ایک اور نوٹ ۔

اوما ۔ اچھا بابا یہ لو اور ایک سو کی نوٹ ۔

موہن ۔ آپ وشواس رکھیں ۔ بات پکی کر کے آنے کا ذمہ میرا ۔
تو چلتا ہوں ۔

اوما ۔ اچھا ۔

(موہن اٹھ کر چلا جاتا ہے اوما صوفے پر دراز ہو کر اپنے
آپ سے . . . . . .)

اوما ۔ بھگوان کرے کہ اوشا کا رشتہ طے ہو جائے میں شادی
کر کے گنگا نہا لوں گی ۔ میری تو راتوں کی نیند اڑ گئی ہے ۔ جوان لڑکی

—— پھر خوبصورت — اور موہن تو عجیب شگوفہ چھوڑ گیا ہے ۔ جاوید بھی خوبصورت ہے ۔ بلند قامت ۔ ناک نقشے کا تیکھا ۔ محلّے کی لڑکیاں اس کو چور نظروں سے دیکھا کرتی ہیں ۔ موہن کچھ دیکھ کر ہی یا محسوس کر کے ہی کہا ہو گا ۔ ٹھاکر صاحب کا کیا ہے ! انہیں بچّی کی کوئی فکر ہی نہیں ہے کھیل میں دیوانے رہتے ہیں جاوید کو روکنا ہی چاہیئے ۔ یہ کام ٹھاکر جی سے نہیں ہو سکتا ۔ مجھے ہی کرنا پڑے گا — ٹھاکر ناراض ہو جائیں گے ۔ ہو جانے دو ۔ مجھے اپنی بچّی کی حفاظت کرنی ہے — !

ٹھاکر ۔ (داخل ہو کر) کس سے باتیں کر رہی ہو !

اوما ۔ کسی سے نہیں ۔

ٹھاکر ۔ تو اپنے آپ سے باتیں ہو رہی تھیں ۔ آخر کیا باتیں تھیں ۔ میں بھی تو سنوں ۔

اوما ۔ سننے کیلئے فولاد کا دل چاہیئے ۔

ٹھاکر ۔ اچھّا — بنا لیا فولاد کا — سناؤ !

اوما ۔ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں تم کاٹنے نہ دوڑو ۔

ٹھاکر ۔ آخر کہو نا ۔ اتنا کیوں ڈرتی ہو !

اوما ۔ مرزا جی کے ساتھ ان کا لڑکا جاوید کیوں آتا ہے ہمارے یہاں ۔

ٹھاکر ۔ اگر وہ آتا ہے تو کونسی بری بات ہے —!

ما ۔ اپنی لڑکی جوان ہے ۔ لوگوں کو انگلیاں اٹھانے کا موقع ملتا ہے ۔

ٹھاکر ۔ تم شانت رہو کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا ۔

ما ۔ تم کو کیسے سمجھاؤں ! انگلیاں اٹھ رہی ہیں ۔ جوان لڑکے لڑکی کا میل جول ٹھیک نہیں ۔

ٹھاکر ۔ (حیرت سے) ارے بھئی ۔ وہ علیحدہ کہاں مل رہے ہیں ۔

وما ۔ لیکن یہ کون دیکھتا ہے ! وہ اوشا کو کہیں لے اڑا تو برادری میں ہماری ناک . . . .

ٹھاکر ۔ (منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے) بس بس معلوم ہوتا ہے موہن نے تم کو بہکا دیا ہے ۔

اوما ۔ موہن کا کیوں نام لیتے ہو ۔ ! وہ بیچارہ تو پیام کے سلسلے میں بات چیت کرنے آیا تھا چلا گیا ۔

ٹھاکر ۔ پھر یکایک تمہاری بدگمانی کی وجہ ؟

اوما ۔ میں کئی دنوں سے محسوس کر رہی تھی ۔ آج صبر نہ ہو سکا اور تم سے کہہ دی ۔

ٹھاکر ۔ معلوم ہوتا ہے تم کو ہمارا میل جول پسند نہیں ۔ ہمارے جیون میں جو شانتی ہے تم اس کو ختم کرنا چاہتی ہو ۔ ! ہمارا یہی میل جول تو ہندوستان کی مشترک تہذیب کا نمونہ ہے جو صدیوں سے چلا آرہا ہے ۔ اگر کوئی اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا تو

بھارت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

اوما۔ پہیلیاں مت بجھواؤ۔ جاوید کو روکنا ہی چاہیئے۔

ٹھاکر۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

اوما۔ تو میں خود مرزا صاحب سے کہوں گی کہ لڑکے کو اپنے ساتھ نہ لایا کریں۔

ٹھاکر۔ یہ کیا غضب کرتی ہو! مرزا بڑا اکھڑ آدمی ہے! پھر خاندانی مغل! کہیں جھگڑا نہ ہو جائے۔

اوما۔ جھگڑا ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ خود ہی گھر خالی کر کے چلے جائیں گے۔

ٹھاکر۔ تو یہاں تک سوچ چکی ہو تم!

اوما۔ سوچنا ہی پڑتا ہے۔

ٹھاکر۔ تو گھر خالی کرا دینا چاہتی ہو تم!

اوما۔ بالکل۔ کوئی ذات برادری کا نیا کرایہ دار آئے گا تو مجھے شانتی مل جائے گی۔ پھر کرایہ میں بھی اضافہ ہوگا۔ ابھی لوگ تین سو روپئے ماہوار دینے تیار ہیں۔ لیکن مرزا صاحب تو ۲۰۰/- سے آگے نہیں بڑھتے۔

ٹھاکر۔ تو ایسا کہو زیادہ کرایہ لینا چاہتی ہو!

اوما۔ ہاں ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتی ہوں۔

....

دوسرا منظر

مرزا ۔ ٹھاکر صاحب ہیں ۔

اوما ۔ ابھی کچہری سے لوٹے نہیں ۔

مرزا ۔ تو چلتا ہوں ۔

اوما ۔ بیٹھئے چائے بن رہی ہے پی کر جایئے ۔

مرزا ۔ ٹھاکر کے بغیر چائے کا مزہ نہیں آتا بھابی ۔

اوما ۔ یہ لیجئے آگئی ــــ لیجئے ۔

مرزا ۔ کیا اوشا بیٹی نہیں ہے ؟

اوما ۔ ابھی کالج سے لوٹی نہیں ۔

(مرزا چائے کی چسکی لیتا ہے)

اوما ۔ مرزا صاحب آپ سے کچھ عرض کرنا ہے ۔

مرزا ۔ کہئے ۔

اوما ۔ آپ اپنے ساتھ جاوید میاں کو نہ لایئے ہمارے یہاں !

مرزا ــ کیوں ــ ؟

اوما ۔ ہماری برادری والے انگلیاں اٹھا رہے ہیں ۔

(مرزا پر عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے چائے کا کپ رکھ دیتے ہیں)

مرزا ۔ میں اپنے بچّے کو منع تو نہیں کر سکتا ۔ اتنا کر سکتا ہوں کہ میں خود آنا بند کر دوں گا ۔ جب میں نہیں آؤں گا تو وہ بھی نہیں آئیگا ۔

اوما ۔ جیسی آپ کی مرضی ۔

مرزا ۔ مرضی کی کیا بات ہے ۔ آپ کی عزت ہماری عزت ہے ۔

(ایک غمگین تاثر کے ساتھ مرزا رخصت ہو جاتے ہیں اور گھر لوٹتے ہیں ۔)

بیگم ۔ کیوں مرزا صاحب جلد ہی لوٹ آئے ہیں کیا ٹھاکر صاحب نہیں ملے !

مرزا ۔ ٹھاکر صاحب تو نہیں ہیں لیکن ان کی دھرم پتنی سے ملاقات ہو گئی ـــــ آج اس نے برسوں کی محبّت کا ملیا میٹ کر دیا ۔

بیگم ـ کیوں ـ ! کیا کہا اس نے ! تم اتنے رنجیدہ کیوں ہو ۔ !

مرزا ـ بیگم میں ٹھاکر کو اپنے بھائی کی طرح سمجھتا ہوں لیکن ان کی بیوی نے ہمارے درمیان خلیج پیدا کر دی ۔

بیگم ـ خلیج ـ ! آخر کیا ہے وہ خلیج میں بھی تو سنوں ۔

مرزا ۔ کہتی ہے کہ میں اپنے ساتھ جاوید کو نہ لایا کروں ! ان کی برادری میں انگلیاں اٹھ رہی ہیں ۔

بیگم ۔ ان کے رشتہ داروں میں بعض لوگ فرقہ پرست ہیں ۔ ان ہی کی لگائی ہوئی آگ ہے یہ ـــــ خیر ـــــ ! کیا جواب دیا تم نے !

مرزا ۔ میں نے کہا کہ جب میں نہیں آؤں گا تو جاوید بھی نہیں آئیگا ۔
بیگم ۔ ٹھیک کہا تم نے ۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو ماموں جان کے ہاں چلے جایا کرو ۔ انہیں پنشن ہوگئی ہے اور بڑا شوق ہے شطرنج کا — !
مرزا ۔ مجھے دوسرے محلے میں جاکر شطرنج کھیلنے کا ایسا شوق نہیں ۔ پڑوس میں شطرنج تھی چلے جاتے تھے ۔ دل بہل جاتا تھا ۔

تیسرا منظر

بیگم ۔ مرزا صاحب اوما دیوی آرہی ہیں ۔
مرزا ۔ کہیں اور جارہی ہوگی ۔
بیگم ۔ نہیں بالکل ادھر ہی کا رخ ہے ۔
مرزا ۔ تو آنے دو ۔
بیگم ۔ (آہستہ سے) یہ لیجئے آگئی ۔
اوما ۔ نمستے ۔
مرزا ۔ نمستے ۔ نمستے ۔ آئیے آئیے ۔
بیگم ۔ نمستے بہن جی بیٹھئے ۔
مرزا ۔ کیسے نکل پڑیں ہمارے یہاں ۔ !
اوما ۔ کیا کروں ! اوشا کی شادی ہے گئی ہے ۔! خوشخبری

سنانے آئی ہوں ۔

بیگم ۔ بڑی خوشی ہوئی ۔ لڑکا کون ہے ! کیا کرتا ہے !

اوما ۔ لڑکا گریجویٹ ہے پولیس انسپکٹر ۱۲۰۰/- روپیہ ماہوار تنخواہ ہے ۔ پھر اوپر کی آمدنی کا تو حساب ہی نہیں ۔

مرزا ۔ اللہ مبارک کرے کب ٹھہری ہے ۔!

اوما ۔ ٹھہری کیا ہے ۔ بات چیت پکّی ہو گئی ۔ پنڈت جی شبھ تاریخ دیکھ رہے ہیں — لیکن بھیّا ہمیں گھر کی ضرورت ہے ہمارے رشتہ دار آئیں گے تو کہاں ٹھہریں گے ۔

مرزا ۔ تو گھر خالی کرنے کیلئے کہہ رہی ہیں ۔

اوما ۔ کیا کریں مجبور ہیں ۔

مرزا ۔ اچھّا خالی کر دوں گا ۔ لیکن آج مکانوں کی کتنی قلّت ہے یہ تو آپ جانتی ہی ہیں — خیر کتنی مدت میں خالی کرنا پڑے گا!

اوما ۔ میں کیا کہوں آپ سے ! آپ خالی کریں گے تب ہی بچّی کی شادی ہو گی ۔

مرزا ۔ میں سمجھ گیا ۔ جتنا جلد ممکن ہو سکا خالی کر دوں گا ۔

اوما ۔ تو بھیّا چلتی ہوں ۔

مرزا ۔ اچھّا ۔

(اوما دیوی چلی جاتی ہے)

بیگم ۔ بڑا زہر بھر گیا ہے اوما دیوی میں ۔ پہلے تو ایسی نہ تھیں ۔

مرزا ۔ وہ مکان دار ہیں ۔ ضرورت پڑنے پر اسے خالی کروانے کا
حق ہے ۔
بیگم ۔ (خالی کرنے کی تکلیف محسوس کر کے)
اگر تم ایک ذاتی جھونپڑا رکھ لیتے تو !
مرزا ۔ بیگم اب مت چھیڑو ۔ دکھ بھری داستان کو ۔

چوتھا منظر

(آٹو کی رفتار دھیمی ہوتی ہے اور موڑ مڑ جاتا ہے)
اوشا ۔ (گھبرا کر) یہ آٹو کدھر موڑ رہے ہو !
آٹو ڈرائیور ۔ یہیں آگے میرا گھر ہے ۔ بچے بھوکے ہیں ۔ گھر میں
پیسے دے لوں ۔ ابھی لوٹ چلوں گا ۔
اوشا ۔ نہیں پلٹاؤ آٹو مجھے فوراً گھر پہنچنا ہے ۔
آٹو ڈرائیور ۔ گھر آگیا بی بی جی ۔ ابھی پلٹا ۔
(آٹو کی رفتار دھیمی ہوتی ہے کہ دو طرف سے دو غنڈے
لپک کر سوار ہو جاتے ہیں ۔ اوشا کی چیخ نکل جاتی ہے)
ایک غنڈہ ۔ گھبراؤ نہیں ہم تمہارے دوست ہیں ۔
دوسرا غنڈہ ۔ یہ ڈرائیور تمہیں کہاں لے جا رہا ہے !
اوشا ۔ میرا گھر پیچھے کی طرف ہے یہ آگے لے جا رہا ہے ۔ نہ جانے

کہاں! پلٹاؤ آٹو۔
ایک غنڈہ ۔ ابے پلٹا آٹو۔
دوسرا غنڈہ ۔ ابے روک۔
(لیکن آٹو اسی تیز رفتاری کے ساتھ چلا جارہا ہے کہ اوشا کی نظر دور سے آتے ہوئے ایک اسکوٹر پر پڑتی ہے جب اسکوٹر قریب سے گذرتا ہے تو بے اختیار چلا اٹھتی ہے) "جاوید بھیّا" غنڈے اس کا منھ پکڑ کے آواز روک دیتے ہیں اور اسکوٹر اسی رفتار سے آگے بڑھ جاتا ہے۔
جاوید ۔ اوشا کی آواز ۔۔۔ ! چلو پلٹیں۔
راج ۔ چلو چلو شاید کوئی بھگا لے جارہا ہے۔
جاوید ۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔
(اور اسکوٹر پلٹ کر آٹو کا تعاقب کرتا ہے اور چند منٹ میں آٹو کے قریب پہنچ جاتا ہے۔)
جاوید ۔ ابے روک آٹو ورنہ ریوالور سے ختم کردوں گا۔
راج ۔ روک آٹو ورنہ اسٹک سے تیرا سر پھوڑ دوں گا۔
(ڈرائیور مارے ہیبت کے آٹو کی رفتار دھیمی کرتا ہے اور آٹو روک دیتا ہے)
ایک غنڈہ ۔ (آٹو میں سے) ہم سے مقابلہ کرنے والے کو اپنی جان دینا پڑتا ہے۔

جاوید۔ ہم تیار ہیں نکل باہر۔

(دونوں غنڈے آٹو سے کود پڑتے ہیں۔ ایک غائب ہوجاتا ہے اور ایک غنڈہ جاوید پر حملہ آور ہوتا ہے کہ پیچھے سے اس کے سر پر اسٹک پڑتا ہے وہ چکرا کر گر پڑتا ہے لیکن جاوید کی پشت پر چاقو کی ہلکی سی ضرب پڑتی ہے اور چاقو نیچے گرجاتا ہے حسین کور راج اٹھا لیتا ہے۔ زخم سے خون بہنے لگتا ہے۔)

اوشا ـــ خون بہہ رہا ہے (آٹو سے کود پڑتی ہے اور اوڑھنی پھاڑ کر زخم پر باندھ دیتی ہے)

راج ۔ ابے الو ایک ہی مار میں بے ہوش ہوگیا۔

(اسٹک سے ایک ٹھونس دیتا ہے لیکن کوئی آواز نہیں آتی)

راھرو۔ کیا ہے! کیا ہے! کیا ہوا!

(راستہ چلنے والے جمع ہوکر آٹو کو گھیر لیتے ہیں)

راج ۔ بھائیو! یہ آٹو رکشہ والے کو اور اس غنڈے کو جو بظاہر بیہوش پڑا ہے گرفتار کرلو۔ اور ایک غنڈہ فرار ہوگیا ہے اس کو تلاش کرو یہ تینوں اس لڑکی کو بھگا لے جا رہے تھے۔

ایک راہی۔ مار ڈالو سالوں کو۔ یہ شریف عورتوں پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ شہر کی پر امن فضاء کو گندہ کر رہے ہیں۔

راج ۔ ہمیں قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی ضرورت نہیں کوئی پولیس کو فون کرو۔

جاوید۔ یہ لو فون نمبر۔ ٹھاکر صاحب سے کہنا کہ ان کی لڑکی اوشا خطرے میں ہے فوری یہاں پہنچ جائیں۔

راہی ۔ بہتر۔

راج ۔ جاوید تم فوری دواخانہ چلے جاؤ۔ یہ کیا ساری پیٹھ بھیگ گئی تمہاری خون سے۔

جاوید ۔ اچھا چلا۔ ذرا اوشا کا بندوبست تو ہو جائے۔ ٹھاکر صاحب تو آجائیں۔

راج ۔ ٹھاکر صاحب کے آنے پر میں ساری روئیداد بیان کردوں گا۔ ان غنڈوں کو پولیس میں پکڑا دوں گا۔ تم جاؤ یار۔

اوشا۔ جاوید بھیا۔ آپ چلے جائیے۔ راج ہیں۔ اتنے سارے لوگ ہیں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔

جاوید ۔ ابھی چلا۔

وہی راہی ۔ (واپس آکر) میں فون کرچکا ہوں پولیس آرہی ہے ٹھاکر صاحب بھی گھر پر مل گئے۔ فوری آرہے ہیں۔

راج ۔ شکریہ مسٹر۔ جاوید اب تو اطمینان ہوا نا۔ تم دواخانہ چلے جاؤ بھیا۔

جاوید ۔ ٹھاکر صاحب کے آتے ہی میں دواخانہ چلا جاؤں گا۔

آٹو ڈرائیور ۔ مجھے چھوڑ دو۔ میرا کوئی دوش نہیں۔ ان غنڈوں کی زبردستی سے میں جرم میں شریک ہوا ہوں۔

راج ۔ ایک غنڈہ فرار ہے اس کا نام و پتہ بتلا سکتے ہو ۔!
آٹو ڈرائیور ۔ نام تو اس وقت یاد نہیں البتہ اس کا پتہ مجھے معلوم ہے ۔
(راستے میں ایک ٹیکسی آکر رکتی ہے ٹھاکر صاحب اترتے ہیں)
ٹھاکر ۔ (پریشانی کے عالم میں) کہاں ہے میری بیٹی اوشا ۔!
راج ۔ یہیں بازو ہے ۔
جاوید ۔ چاچا ۔ آداب عرض ۔
ٹھاکر ۔ ارے تم دونوں یہیں ہو ۔ یہ کیا ہوا تم کو ۔ تمہاری پیٹھ تو خون سے لت پت ہے ۔
پولیس انسپکٹر ۔ (موقع پر پہنچ کر) کیا ہوا! کیا واقعات ہیں!
راج ۔ انسپکٹر صاحب آپ وقت پر پہنچ گئے بہت اچھا ہوا
انسپکٹر ۔ ہاں تو سناؤ کیا واقعات ہیں!
راج ۔ اوشا تم ہی تفصیلی بیان دیدو ۔
انسپکٹر ۔ جمعدار پنچوں کو بلاؤ ۔
جمعدار ۔ پنچ حاضر ہیں ۔
اوشا ۔ انسپکٹر صاحب ۔ آج کالج میں پریکٹیکلس تھے ۔ مجھے دیر ہو گئی ۔ ایک آٹو آیا تو میں اس میں بیٹھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
انسپکٹر ۔ کتنی دیر ہوئی ۔! کتنے بجے تم آٹو میں بیٹھیں!
اوشا ۔ شام ہو رہی تھی جب میں آٹو میں بیٹھی ۔ سات بج رہے

تھے ۔ راستہ سنسان تھا آٹو گھر کی طرف چلا رہا تھا کہ اچانک اگلی موڑ پر مڑ گیا ۔ پھر دوسری ٹرننگ پر آٹو آہستہ ہوا کہ فوری اس میں دو غنڈے سوار ہو گئے ! آٹو پھر تیز ہو گیا ۔ انسپکٹر صاحب جاوید بھیا دیوتا سمان مخالف سمت سے اسکوٹر پر آتے نظر آئے ہیں زور سے چلائی مگر غنڈوں نے دونوں طرف سے میرے منھ کو پکڑ لیا ۔ چند منٹ میں جاوید بھیا پلٹ کر آ گئے ۔ ان کے ڈرانے پر ڈرائیور نے آٹو روک دیا ۔ ایک غنڈہ چاقو سے ان پر حملہ آور ہوا لیکن راج کی اسٹک نے انہیں بچا لیا ۔ پھر بھی چاقو پیٹھ پر زخم پہنچاتے ہوئے نیچے گر گیا ۔

راج ۔ یہی ہے وہ چاقو ۔

انسپکٹر ۔ لاؤ میں ضبط کر لیتا ہوں ۔ جاوید صاحب آپ کا بیان !

جاوید ۔ میں کیا بیان دوں ۔ اوشا نے جو بیان دیا ہے بالکل صحیح ہے ۔

انسپکٹر ۔ آٹو ڈرائیور تم بیان دو ۔

آٹو ڈرائیور ۔ رانی صاحبہ نے جو بیان دیا ہے صحیح ہے ۔

انسپکٹر ۔ (ٹھونسی دیکر) اے اٹھ کیا بے ہوش سا پڑا ہے ۔

غنڈہ ۔ (آنکھیں کھول کر) سرکار !

انسپکٹر ۔ بیان دے ۔

غنڈہ ۔ رانی صاحبہ نے جو بیان دیا ہے صحیح ہے ۔

انسپکٹر۔ تو تم ہی نے (جاوید کی طرف اشارہ کر کے) ان پر حملہ کیا چاقو سے !

غنڈہ ۔ ہاں میں نے ہی کیا ۔

انسپکٹر۔ پنچو سن لیا ہے نا تم نے !

پنچ ۔ ہاں سن لئے ہیں ۔

انسپکٹر۔ جاوید صاحب آپ دواخانہ چلئے اپنے ساتھ ایک جوان کو لیجائیے ۔

جاوید ۔ میں دواخانہ چلا جاتا ہوں ۔ لیکن آپ اس ڈرائیور کو اور غنڈوں کو کیفر کردار تک پہنچائیے گا ۔

انسپکٹر۔ آپ اطمینان رکھیں ۔ میں مکمل کارروائی کروں گا ان کے خلاف ـــــ جمعدار ملزمین کو گرفتار کرلو ۔

جمعدار ۔ ہم گرفتار کر چکے ہیں ۔

انسپکٹر۔ گذرنے والی ٹیکسی سے ۔ ٹیکسی ! (بآواز بلند) ٹیکسی ! ٹیکسی ! (ٹیکسی رک جاتی ہے) جاوید صاحب بیٹھ جائیے ٹیکسی میں (جوان سے) ست نارائن تم بھی ساتھ چلے جاؤ ۔ اور ڈاکٹر کو رپورٹ کرو ـــــ

جوان ۔ اچھّا صاحب ۔

راج ۔ چلو ! میں بھی اسکوٹر پر چلتا ہوں ۔

انسپکٹر۔ ایک جوان آٹو چلائے ۔ (جمعدار اور ایک جوان ملزمین کو

لیکر آٹو میں بیٹھ جائیں اور پولیس اسٹیشن چلیں میں بھی پیچھے آرہا
جوان ۔ اچھا صاحب ۔

(جمعدار اور جوان دونوں سلوٹ کرتے ہیں)

انسپکٹر ۔ (سلوٹ کا جواب دیکر) ٹھاکر صاحب میں نے کار
مکمل کر لی ۔ کل عدالت میں پیش کر کے مزید تحقیقات کیلئے
لوں گا ۔

ٹھاکر ۔ ٹھیک ہے ۔ اگر ضرورت پڑے تو ہمیں بھی بلا لینا ۔

انسپکٹر ۔ وہ تو بلاؤں گا ہی ۔ اب آپ اور اوشا دیوی جا
ہیں ۔ آپ شانت رہیں ۔ میں پوری پوری کارروائی کروں
ملزمین کے خلاف ۔

ٹھاکر ۔ کرنا ہی پڑے گا انسپکٹر صاحب ورنہ شریف لڑکیوں
لئے راستہ چلنا مشکل ہو جائے گا ۔

انسپکٹر ۔ بالکل بالکل مجھے احساس ہے ۔

(آٹو کے چلنے کی آواز ٹیکسی کے جانے کی آواز)

اوشا ۔ (راستے میں) بابا اگر ہم پہلے دواخانہ چلیں تو !

ٹھاکر ۔ نہیں ۔۔۔ ہم پہلے گھر جائیں گے ۔ وہاں سے مرزا ا
ان کی بیوی کو لیکر دواخانہ چلیں گے ۔

اوشا ۔ ٹھیک ہے ۔

(ٹیکسی تیز روانہ ہوتی ہے اور گھر پہنچ کر رک جاتی ہے)

ٹھاکر ۔ اوشا تم اپنی ماں کو لیکر یہیں ٹھہرو میں مرزا کو لیکر آتا ہوں ۔
اوشا ۔ اچھا بابا ۔
(ٹیکسی رینگ کر مرزا کے گھر پر رک جاتی ہے)
ٹھاکر ۔ مرزا نکلو باہر ۔
(مرزا باہر نکلتے ہیں)
مرزا ۔ اماں کار سے تو اترو ۔
ٹھاکر ۔ اب کار سے اترنے کا وقت نہیں ہے جلد بھابی کو ساتھ لو ۔ گھر کو تالا لگاؤ ۔ اور بیٹھ جاؤ موٹر میں ۔
مرزا ۔ آخر کہاں چلنا ہے بھئی کچھ تو کہو کیوں گرفتار کر کے لے جا رہے ہو ہمیں ۔
ٹھاکر ۔ اب بات کرنے کا وقت نہیں ہے چلو جلدی بیٹھ جاؤ موٹر میں ۔
مرزا ۔ چلو بیگم جلدی سے آجاؤ ٹھاکر کے ساتھ چلنا ہے ۔
بیگم ۔ (موٹر میں بیٹھ کر) آخر کہاں لے جا رہے ہیں ٹھاکر ۔ !
خیر چلیئے (ٹیکسی کا دروازہ بند کرتی ہے اور ٹیکسی مڑ جاتی ہے اور اوشا کے گھر پر لگ جاتی ہے)
ٹھاکر ۔ او عالم میرے بازو بیٹھ جاؤ اور اوشا تم پیچھے بیٹھ جاؤ ۔
اوشا ۔ بیٹھ گئی ۔
(ٹیکسی کے دروازے بند ہوتے ہیں ٹیکسی روانہ ہوتی اور دواخانہ

پہنچ کر رک جاتی ہے۔)
مرزا۔ (حیرت سے) دواخانہ۔
بیگم ــــ دواخانہ ــــ!
ٹھاکر۔ ہاں۔ ہاں دواخانہ گھبراؤ نہیں۔ میرے ایک عزیز
دیکھنا ہے۔
(سب موٹر سے اتر پڑتے ہیں)
ٹھاکر۔ اچھا تم لوگ یہیں ٹھیرو۔ میں ابھی دریافت کرکے آ
ہوں (چلا جاتا ہے)
مرزا۔ بھئی عجیب آدمی ہے۔ خواہ مخواہ کے ہمیں پریشان کرر
ہے ــــ
بیگم۔ اس طرح ہمیں لائے ہیں کہ ہمیں شبہ ہوتا ہے کہ کہیں ھما
کوئی عزیز بیمار تو نہیں ہے! اوماجی کم از کم آپ ہی بتلائیے کچھ
اوما۔ میں بھی حیرت میں ہوں کہ آخر ماجرا کیا ہے؟...
ٹھاکر۔ (واپس آکر) چلو دریافت کرلیا۔
مرزا۔ کیا دریافت کرلئے کچھ تو کہو!
ٹھاکر۔ کہنے کا وقت نہیں ہے چند ہی منٹ میں آنکھوں سے
دیکھ لو ــ اب چلو میرے ساتھ (سب لوگ چلنے لگتے ہیں)
ٹھاکر۔ (ایک بڈ کے پاس پہنچ کر) جاوید بیٹے ــ اٹھو مت
اٹھو مت ــــ

بیگم ۔ (جاوید کے پاس پہنچتی ہے) جاوید میرے جگر کے ٹکڑے کیا ہوا تجھے ۔ بازو بیٹھکر سر سہلاتی ہے ۔
جاوید ۔ کچھ نہیں امیّ ذرا سا ہلکا زخم لگا ہے ۔
مرزا ۔ آخر کیسے ہوا بیٹے زخم ۔! ہمیں تو کچھ پتہ نہیں ۔
جاوید ۔ ابّا ۔ اکسیڈنٹ ۔!
بیگم ۔ آخر کیسے ہوا اکسیڈنٹ کچھ تو بتاؤ ۔!
اوشا ۔ چاچی میں بتلاتی ہوں ۔ شام ہو چکی تھی میں آٹو میں گھر چلی جا رہی تھی کہ آٹو آہستہ ہوا اس میں دو غنڈے سوار ہوئے وہ مجھے بھگا لے جا رہے تھے کہ مخالف سمت سے جاوید بھیّا اسکوٹر پر آتے نظر آئے میں چلائی وہ پلٹ کر آئے ۔ آٹو کو رکوایا ۔ ایک غنڈہ ان پر چاقو سے حملہ آور ہوا لیکن راج کی اسٹک نے اس کے حملے کو کمزور کر دیا ۔ اس کا چاقو جاوید بھیّا کی پیٹھ پر زخم پہنچاتے ہوئے نیچے گر گیا ۔ بس یہی واقعہ ہے ۔
ٹھاکر ۔ مرزا میں جاوید کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا ۔ اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری عزت بچائی ۔
مرزا ۔ اس میں احسان کی کیا بات ہے اس نے اپنا فرض ادا کیا ہے ٹھاکر ۔
جاوید ۔ ہاں چاچا ۔ اگر اوشا کی بجائے کوئی اور لڑکی بھی ہوتی تو میں اپنا فرض ادا کرتا ۔۔۔

مرزا ۔ شاباش میرا سینہ خوشی سے پھول گیا ہے ۔
ٹھاکر ۔ جاوید ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد کیا رپورٹ لکھی ـــ !
جاوید ۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ زخم گہرا نہیں ہے تین چار روز میں مجھے خارج کر دیں گے ۔
بیگم ـ اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔
ٹھاکر ۔ چلو مرزا اب چلتے ہیں ۔
مرزا ۔ آپ چلئے میں اور بیگم کچھ دیر اس کے پاس بیٹھکر آتے ہیں ـــ
ٹھاکر ۔ ہاں ۔ ہاں ٹھیرو ۔ بچے کو تسلی دو ۔ ہم چلتے ہیں ۔
مرزا ـ اچھا ـــ !
(ٹھاکر اوما اور اوشا واپس ہوتے ہیں ۔ قدموں کی چاپ
اوشا ۔ ماں ـ جاوید بھیا نے بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر ورنہ میرا آج کیا حشر ہوتا میں بیان نہیں کر سکتی ۔ مجھے خودکشی کر لینا پڑتا ۔
ٹھاکر ۔ ہاں بیٹا ـــ جاوید کے احسان کا بدلہ ہم چکا ہی نہیں سکتے ۔ مالک نے بچا لیا تمہیں ۔
(ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر روانہ ہو جاتے ہیں)

....

پانچواں منظر

(مرزا کے گھر کے سامنے لاری کھڑی ہے اور ایک ایک سامان اس میں رکھنے کی آواز آرہی ہے)

اوشا۔ (کھڑکی میں سے دیکھ کر) بابا۔ ادھر آئیے۔ مرزا چاچا مکان خالی کر رہے ہیں۔ لاری گھر کے سامنے کھڑی ہے اور لاری میں سامان بھرا جا رہا ہے۔

ٹھاکر۔ (دیکھ کر) واقعی مرزا مکان خالی کر رہا ہے! اوما۔ ادھر آؤ! دیکھو تمہاری مراد پوری ہو رہی ہے۔ اب گھر کے دیئے جلاؤ۔

(اوما لپک کر آتی ہے)

اوما۔ سوامی۔ کیا آدمی سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ روکنا چاہیئے ان کو۔

ٹھاکر۔ پھر جاؤ روکو۔

اوما۔ تم بھی آؤ نا۔

ٹھاکر۔ تم تو چلو۔ میں بھی آرہا ہوں۔

اوما۔ (آگے بڑھتی ہے)

مرزا۔ ہاں بہن جی۔ اب لوگوں کی انگلیاں نہیں اٹھیں گی آپ کی لڑکی پر۔

اوما ۔ اب انگلیاں اٹھنی بند ہو گئی ہیں ۔ مکان خالی کرنے کی ضرورت نہیں ۔

مرزا ۔ اب لاری آچکی ہے ۔ سارا سامان بھرا جارہا ہے ۔ اب ہمیں جانے ہی دیجئے ۔

ٹھاکر ۔ روک دو ۔ ہم اتار لیں گے سامان ۔

مرزا ۔ بڑی مشکل سے مکان ملا ہے یار آپ ہمیں جاتے دو
(جادو بدلا کر پھر کوئی چیز لاری میں رکھتا ہے)

ٹھاکر ۔ وہ وعدہ بھول گئے کہ ہم جیتے جی کبھی جدا نہیں ہوں گے اب دغا دے رہے ہو !

مرزا ۔ دغا کی بات نہیں ٹھاکر ! ہم گھر خالی نہیں کریں گے تو او کی شادی کہاں ہو گی ! مہمان کہاں ٹھیریں گے ۔ !

ٹھاکر ۔ کب ہے شادی اور کہاں ہیں مہمان !

مرزا ۔ بھابی کہتے نا ٹھاکر سے ۔ خاموش کیوں ہو گئیں !

ٹھاکر ۔ وہ کیا کہیں گی ۔ انہیں تو سانپ سونگ گیا ہے ۔ بات یہ ہے کہ موہن جو پیام لگا رہا تھا وہ لڑکا نہایت واہیات نکلا

مرزا ۔۔ ایسا کیا ؟ ۔

ٹھاکر ۔ ہاں میرے ایک دوست رہتے ہیں نظام آباد میں شہ ایڈوکیٹ ۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے لکھا کہ لڑکا جوار ہے شرابی ہے ۔ عیاشی کرتا ہے ۔ اس کو لڑکی دینے سے بہتر

سے ہے کہ لڑکی کو کنوئیں میں جھونک دو ۔ بس بات چیت ٹوٹ گئی ۔
مرزا ۔ خیر آج شادی رک گئی تو کیا ہوگا ۔ کل تو ہو گی ۔ اس وقت کہاں جائیں گے ہم! بڑی دوڑ دھوپ کے بعد مکان ملا ہے ۔ اب چلے ہی جانے دو یار تاکہ بھابی کے دل کو سکون مل جائے ۔
ٹھاکر ۔ تم اس وقت کی فکر مت کرو ۔ اس وقت شادی خانہ لے لیں گے کرایہ پر ۔
اوما ۔ بھیّا میں معافی چاہتی ہوں آپ سے مجھے شما کر دیجئے ۔ اب آپ کو مکان خالی کرنے کی ضرورت نہیں ۔
جاوید ۔ چاچی ۔ جب ہماری طرف سے آپ پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں تو ہمیں چلے جانے ہی دیجئے ۔ ہم جیسے خراب لوگوں سے محلّہ گندہ ہوتا ہے ۔
اوما ۔ مجھے معاف کر دیجئے ۔ میں الفاظ واپس لیتی ہوں ۔ دراصل موہن نے میرا دماغ خراب کر دیا تھا ۔
بیگم ۔ اوما جی ۔ پھر دوبارہ آکر دماغ خراب کر سکتا ہے موہن ۔
ٹھاکر ۔ اب نہیں آئے گا موہن ہمارے یہاں ۔ میں نے اس کا آنا جانا بند کر دیا ہے ۔
ایک محلّہ دار ۔ ہاں بھیّا ۔ آپ نہیں جا سکتے اتاریئے سامان ۔
دوسرا محلّہ دار ۔ بھیّو چلو آؤ ۔ سب مل کر سامان اتار دیں گے ۔
(لوگ آموجود ہوتے ہیں) چلو چلو ہم اتار دیں گے سامان ۔

اور لوگ آکر سامان اتارنے لگتے ہیں اور چند منٹ میں لار

خالی ہو جاتی ہے ۔

ٹھاکر ۔ چلو مرزا آج شطرنج کھیلیں گے تاکہ سکون ملے ۔

مرزا ۔ چلو ۔

ٹھاکر ۔ جاوید چلو تم بھی آجاؤ بیٹے ۔

جاوید ۔ نہیں چاچا میری کیا ضرورت ہے آپ دونوں ٹھیک

ٹھاکر ۔ نہیں تمہارے بغیر کھیل کا لطف نہیں آتا چلو ۔

جاوید ۔ اچھا ــ چلتا ہوں ۔

(ٹھاکر مرزا اور جاوید بیٹھک میں پہنچتے ہیں کہ ٹھاکر آواز د

ہے " اوشا "۔

اوشا ۔ (اندر سے) ابھی آئی بابا ۔

(جاوید بساط پر مہرے جماتا ہے کہ اوشا داخل ہوتی ہے جس

ہاتھ میں ایک تھالی ہے جو سرپوش سے ڈھکی ہوئی ہے ۔)

ٹھاکر ۔ یہ تھالی میں کیا ہے !

اوشا ۔ ابھی بتلاتی ہوں ــ جاوید بھیا ذرا ہاتھ تو بڑھا ــ

(تھالی میں سے راکھی نکالتی ہے جاوید ہاتھ بڑھاتا ہے

پر اوڑھنی اوڑھ کر جاوید کے ہاتھ پر راکھی باندھ دیتی ہے

" میرے بھیا جگ جگ جیئیں "۔

جاوید ۔ یہ بھائی کی طرف سے

رجیب سے ۵۰/- کی اور ایک کی نوٹ نکال کر تھالی پر رکھ دیتا ہے۔)

ٹھاکر۔ جاوید اس کی کیا ضرورت تھی!

جاوید۔ میں اپنی خوشی سے رکھ رہا ہوں کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے۔

ٹھاکر۔ بھئی بھائی بہن کا معاملہ ہے۔ ہم کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

(پردہ گرتا ہے)
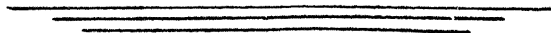
شیشے کا گھر

شہاب :—	ملازم سرکار
سلطانہ :—	شہاب کی بیوی
راشد :—	شہاب کا لڑکا
شاھد :—	شہاب کا لڑکا
انور :—	شہاب کا دوست
ماں :—	سلطانہ کی ماں
ممتاز — ریحانہ کریمن	} مختصر ترین کردار

(شہاب دروازے پر تین بار رنگ بجاتا ہے کوئی آواز ہی نہیں آتی۔ ڈھکیلنے پر دروازہ کھل جاتا ہے)

شہاب — (مکان میں داخل ہوکر) ارے! سب لوگ ابھی تک سورہے ہیں! نو بج گئے کوئی اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا — راشد شاہد — بیگم سب نیند میں مست ہیں۔

سلطانہ ۔ میں ہوشیار پڑی ہوں ۔ کیا کروں! مجھ سے اُٹھا نہیں جا رہا ہے ۔ ہاتھ پیر بیحد کھینچ رہے ہیں ۔ منہہ کا مزہ کڑوا ہے اور سر میں ہلکا درد ہے ۔

شہاب ۔ رات میں نیند نہیں آئی کیا!

سُلطانہ ۔ کہاں کی نیند! تمام رات اعضاء شکنی ہوتی رہی اور کروٹیں بدلنے میں رات کٹ گئی ۔ میں سمجھتی ہوں مجھے فلو ہو گیا ہے ۔

شہاب ۔ فلو ۔۔۔ !

سلطانہ ۔ ہاں فلو ۔

شہاب ۔ تو پھر اٹھو ۔ منہہ ہاتھ دھولو اور ڈاکٹر کے پاس ہو آؤ ۔

سلطانہ ۔ ڈاکٹر کے پاس تو میں جاؤں گی ہی لیکن تم لوگوں کے ناشتے کا انتظام!

شہاب ۔ تم ہماری فکر کیوں کرتی ہو! ہم لوگ ......

سلطانہ ۔ ہوٹل سے ۔۔۔۔ ہوٹل سے منگوا لیں گے کیوں!

شہاب ۔ ہوٹل سے نہیں منوالیں گے تو پھر کیا کریں گے ۔ !

سلطانہ ۔ پہلے ہی مہنگائی قیامت کی ہے اگر ہوٹل سے کھاتے رہیں گے تو ہماری زندگی کا خدا ہی حافظ ہے ۔

شہاب ۔ اچھا بھئی اب زیادہ گرم مت ہو ۔ پہلے ہی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ... اور بگڑ جائے گی میں قطعی وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور بچے جلد ہی پکوان سیکھ جائیں گے لیکن اب ہلکا پھلکا

ناشتہ تو منگوانے کی اجازت دو

سلطانہ :۔ منگوالو۔

شہاب :۔ اٹھو جاگیردارو۔ اٹھو۔

راشد :۔ (آنکھیں ملتے ہوئے۔) آج چھٹی تھی انکھ لگ گئی تھی ابا۔

شہاب :۔ خیر کوئی بات نہیں اٹھو۔

راشد :۔ شاھد اٹھو۔ (شاہد آنکھیں ملتے ہوئے اٹھتا ہے۔)

شہاب :۔ راشد تم لپک کر دودھ لے آؤ۔

راشد :۔ ابھی لے آیا۔

شہاب :۔ شاہد تم کریمن کو پکڑ کے لے آؤ۔

شاہد :۔ ابھی گردن پکڑ کے لے آتا ہوں۔ (چلا جاتا ہے۔)

شہاب :۔ اپنے آپ سے) چھٹی کے دن ساری دنیا عیش کرتی ہے لیکن ہمیں آج بھی سکون نصیب نہیں۔ آج ہی ہماری بیگم بیمار ہوگئیں۔

سلطانہ :۔ تو اچھا ہی ہوا نا۔ اگر کل بیمار ہو گئی ہوتی تو تم دفتر سے اور بچے اسکول سے غائب رہتے۔

شہاب :۔ سچ ہے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے ہمیں دفتر اور اسکول سے غائب رہنے سے بچا لیا۔ لیکن ...

سلطانہ :۔ رک کیوں گئے صاف صاف کہو۔

شہاب :۔ کیا صاف صاف کہوں! سکون میں ذرا سا بھی خلل رنگ میں بھنگ پڑنے کے برابر ہوتا ہے۔ سمجھیں۔ !

سلطانہ :۔ تو کیا میں بیماری بھی اپنے ہاتھ سے لائی ہوں ۔ !
شہاب :۔ میں کب کہتا ہوں ۔ خیر تم اپنی بحث کو یہیں ختم کرو ۔ ورنہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا ۔ اور منہہ ہاتھ دھو کر ڈاکٹر کے پاس ہو آؤ ۔
سلطانہ :۔ (اٹھتے ہوئے) اف اب تو اٹھا بھی نہیں جا رہا ہے ذرا کوئی ہاتھ ۔ ۔ ۔ ۔
شہاب :۔ (آن کر) اچھا میں پکڑ لیتا ہوں چلو اٹھو ۔
سلطانہ :۔ (کیلتے ہوئے) آ ۔ آ ۔
اٹھ گئی ۔ ذرا مجھے باتھ روم تک ۔ ۔ ۔
شہاب :۔ ہاں ۔ ہاں چلو ۔ میں پکڑا ہی ہوا تو ہوں ۔ ہاں چلے چلو ۔ اب چلے جاؤ باتھ روم کے اندر ۔
سلطانہ :۔ صابن اور ٹوتھ پیسٹ !
شہاب :۔ (لاکر) یہ لو !
راشد :۔ ابا خاں صاحب کے پاس دودھ ہو گیا ۔
شہاب :۔ (خفا ہو کر) تو اب کب تک تمہارا انتظار کرے گا دودھ !
شاہد :۔ ابا کریمن گھر پر نہیں ہے اپنی خالہ کو دیکھنے گئی ہے ۔
شہاب :۔ اس کام چور کو خالہ بھی آج ہی یاد آئی ۔ شاہد تم بستر اٹھاؤ اور دالان میں جھاڑو لگاؤ ۔
شاہد :۔ (صورت مسور کر) ابا کیا عورتوں کا کام بھی ہم کریں !
شہاب :۔ ہاں بیٹا کرنا ہی پڑے گا ۔ آج کی دنیا میں عورت مرد

کے کام میں کوئی فرق نہیں۔

شاہد :۔ جی ۔۔۔!

شہاب :۔ صورت کیا دیکھ رہے ہو! اٹھاؤ بستر!

شاہد :۔ (دبی آواز میں) اچھا۔

شہاب :۔ راشد تم نل کے پاس بیٹھکر برتن صاف کردو۔

راشد :۔ جی ۔۔۔! برتن ۔۔۔!

شہاب :۔ ہاں بیٹا برتن ۔ صابن اور کپڑا لیکر اچھی طرح صاف

راشد :۔ (دبی آواز میں) کاش ہمیں کوئی بہن ہوتی ۔

شہاب :۔ آئندہ ہو جائے گی ۔ اب تو کام کرو۔

سلطانہ :۔ (باتھ روم سے نکل کر) میں منہہ دھولی ہوں ذرا مجھے دالان تک ....

شہاب :۔ ہاں ہاں خادم تیار ہے چلو ۔

سلطانہ :۔ (کیلتی ہوئی چلتی ہے) آ ۔۔۔ آ۔

شہاب :۔ چلو چلو ۔ بیٹھ جاؤ صوفہ پر ۔

(بیٹھ جاتی ہے۔)

شہاب :۔ یہ لو تولیہ ۔ منہہ ہاتھ پونچھو۔

سلطانہ :۔ (پونچھکر) پونچھ لی۔

شہاب :۔ چلو اٹھو ۔ کمرے میں جاکر کپڑے بدل لو

سلطانہ :۔ اٹھ رہی ہوں (کیلتی ہے)

شہاب :- چلو میں پکڑ لیتا ہوں ۔ ہاں چلو ۔
چلو جاؤ اندر ۔ راشد بازو کی ہوٹل سے کوئی ہلکا پھلکا ناشتہ
اور چار کپ چائے لے آؤ یہ لو دس کی نوٹ ۔

راشد :- ابھی لایا ابّا ۔

شہاب :- شاہد فوری پلیٹس اور کٹورے کچن روم میں لاکر ڈائننگ
ٹیبل پر رکھ دو ۔

شاہد :- اچھّا ۔
(پلیٹس اور کٹورے ٹیبل پر رکھنے کی آواز)

سلطانہ :- (مریض کی آواز میں) میں کپڑے بدل لی ہوں ذرا کوئی
صوفہ سے تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شہاب :- ہاں ہاں چلو خادم تیار ہے ۔
(سلطانہ کیلتی ہوئی چلتی ہے اور صوفہ پر بیٹھ جاتی ہے)

سلطانہ :- (مریض کی آواز میں) مجھے ہلکا سا ناشتہ اور چائے
منگوا دو ۔

شہاب :- کوئی دم میں آجائے گا ۔ ذرا صبر تو کرو ۔
یہ لو آگیا ناشتہ ۔

راشد :- ابا تازے بن ڈبل روٹی مکھن اور تھرماس میں چار کپ
چائے ۔

شہاب :- ٹھیک ہے سلطانہ تم ناشتہ کرلو پہلے ۔

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) کرلیتی ہوں ۔ کیا بج رہا ہے ۔ !

شہاب :۔ گیارہ بج رہے ہیں ۔

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) گیارہ ۔ ! اب کون ڈاکٹر ملے گا ۔ آج شب ہیں تو سارے ڈاکٹر چھٹی مناتے ہیں ۔

شہاب :۔ پھر !

سلطانہ :۔ (فیصلہ کن لہجے میں) پریشان کیوں ہوتے ہو! میں اماں کے پاس چلی جاؤں گی اور ممتاز سے تشخیص کرواکر دوا لے آؤں گی ۔ آخر بھائی ڈاکٹر بنا ہے تو کسی دن تو کام آئے ۔

شہاب :۔ ٹھیک ہے چلی جاؤ ۔ لیکن مہدی پٹنم جانا پڑیگا تم کو ۔

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) تو کیا ہو! مہدی پٹنم کونسی دور ہے ! آٹو میں آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گی ۔

شہاب :۔ اچھا بھئی جاؤ لیکن شام تک لوٹ آؤ ۔

سلطانہ :۔ شام تک تو آہی جاؤں گی ۔ لیکن شاہد میرے ساتھ چلے گا ۔

شہاب :۔ ہاں بھئی لے جاؤ شاہد کو ۔ کیا میں بیوقوف ہوں؟ بیمار عورت کو تنہا بھیجوں گا ۔

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) تم پریشان مت ہونا ۔ بچوں کو ساتھ لے کر ناشتہ کرلو ۔

شہاب :۔ آؤ بچو ناشتہ کرلیں ۔

بچے :۔ ہم آگئے ۔
شہاب :۔ چلو شروع کرو ۔
بچے :۔ اچھا ۔
سلطانہ :۔ میں چائے پی لیتی ہوں ۔
(چائے کپ میں ڈال کر چسکی لیتی ہے)
راشد :۔ امی چلی جائیں گی تو پھر گھر سونا سونا لگے گا ابا !
سلطانہ :۔ (غصّے سے) خاموش ! میں کتنے دنوں کیلئے جا رہی ہوں ۔ شام میں پھر یہیں رہوں گی ۔
شہاب :۔ چلو چلو ! اب چائے کیا تمہاری امی کا جام صحت پیئیں۔
(دونوں بچے اور باپ کپس ٹکرا کر چائے کا گھونٹ لیتے ہیں)
شہاب :۔ مجھے تو ہوٹل کی چائے ذرا پسند نہیں ۔ بے مزہ چائے۔
راشد :۔ مجھے بھی پسند نہیں آئی ۔
شاہد :۔ مجھے بھی ۔
سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) لیکن کوئی چائے نہیں بنائے گا ۔ ایسا اعتراض کرنا مجھے بھی آتا ہے ۔ بیچاری رضیہ یاد آگئی ۔ جب ہم سہیلیاں اس سے ملنے جاتی ہیں تو ہم سب اس سے بات چیت میں محو ہو جاتی ہیں اور اس کے میاں چائے بنا کر بھیجتے ہیں ۔ کیا لذیذ چائے ۔
شہاب :۔ اچھا بابا کیوں اتنے طعنے دیتی ہو ۔ ہم بھی جلد ہی

پکوان سیکھ لیں گے ۔

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) بس ۔ اچھا تمہارا یہ وعدہ بھی دیکھیں گے ۔ چلو شاہد جلد آٹو لے آؤ ۔

شاہد :۔ اچھا ۔۔۔ امی آ گیا آٹو گھر کے سامنے ہی مل گیا ۔

سلطانہ :۔ اچھا ۔ (کیلتی ہوئی اٹھتی ہے) آ ۔۔ آ ۔

شہاب :۔ چلو ۔ چلو ۔ میں پکڑ لیتا ہوں تم کو ۔ بیٹھ جاؤ آٹو میں

سلطانہ :۔ بیٹھ گئی ۔ میرا ہینڈ بیگ ....

شہاب :۔ یہ لو ۔

سلطانہ :۔ شاہد بیٹھ جاؤ ۔

شاہد :۔ بیٹھ گیا میں بھی ۔

سلطانہ :۔ خدا حافظ ۔

شہاب :۔ خدا حافظ ۔

(آٹو اسٹارٹ ہو جاتا ہے)

(سلطانہ اور شاہد مکان میں داخل ہوتے ہیں)

سلطانہ :۔ امی آپا آ گئیں لیکن یہ کیا ! شاہد پکڑ کر لا رہا ہے ۔

(سلطانہ اور شاہد مکان میں داخل ہوتے ہیں)

ماں :۔ کیا ہوا سلطانہ ! کیا بیمار ہو گئیں !

سلطانہ :۔ (مریض کی آواز میں) ہاں اماں رات سے اعصاب شکنی ہو رہی ہے وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں ملا اس لئے چلی آئی ۔

ماں :۔ اچھا کیا بیٹی ۔ ممتاز ڈیسپنسری میں موجود ہے ۔ ابھی دیکھ لے گا تم کو ۔ ریحانہ ذرا لپک کر ممتاز کو تو بلا لاؤ ۔

ریحانہ :۔ اچھا ۔ !

ماں :۔ سلطانہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لیتی ہوں ۔ ہاں چلو ۔ چلو لیٹ جاؤ اس پلنگ پر بس ۔ میں پنکھا جھول دیتی ہوں ۔ تمہارے میاں اور بچے تو خیریت سے ہیں ۔ ؟

سلطانہ :۔ (دبی آواز میں) خیریت سے ہیں ۔

ماں :۔ اللہ کا شکر ہے ۔

ممتاز :۔ آداب آپا ۔ کیا طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کی ۔

سلطانہ :۔ میں کیا کہوں ۔ تم خود دیکھ لو ممتاز ۔

ممتاز :۔ اچھا (استھ اسکوپ سلطانہ کے سینے پر رکھتا ہے) ذرا زور زور سے سانس لو ۔ ہاں ٹھیک ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ اب ذرا پلٹو ۔ ہاں ۔ ہاں ٹھیک ہے ۔ زبان بتلاؤ ۔ ذرا اور آگے کرو ۔ دیکھ لیا ۔ اب ذرا آنکھیں دیکھوں ! ۔ دیکھ لیا ۔ ذرا ہاتھ دیکھوں ۔۔۔ دیکھ لیا ۔

ممتاز :۔ (مسکرا کر) آپا آپ نے ڈاکٹر کے گھر میں قدم رکھا اور ساری بیماریاں بھاگ گئیں ۔

سلطانہ :۔ (مسکرا کر) میں بیمار ہی کب تھی یہ تو بیماری کا ڈھونگ تھا ۔

ممتاز :- اچھا ! (قہقہہ لگاتا ہے)

ریحانہ :- آپا اتنا بڑا جھوٹ !

سلطانہ :- بالکل ۔

ممتاز :- آخر کیوں ! کس لئے !

سلطانہ :- (قہقہہ لگاکر) اماں کے گھر آنے کیلئے ۔ تم سب سے ملنے کیلئے ۔

ممتاز :- تب تو ٹھیک ہے آپا میں چلا ۔ ڈسپنسری میں اور مریض ہیں ۔ انہیں دیکھ لوں ۔

سلطانہ :- جاؤ (اماں سے) اماں میں رات بھر سوئی نہیں ۔ ٹکٹکی باندھے شہاب صاحب کا انتظار کرتی رہی یہانتک کہ مؤذن نے اذان دی ۔ وہ نہیں آئے مجھے بیحد کوفت ہوئی ۔ میں نے دل ہی دل میں پلان بنایا اور ان کے آنے کے بعد ناٹک کی اور چلی آئی ۔

ریحانہ :- آپا آپ کی ایکٹنگ کا جواب نہیں ہم سب آپ کو بیمار سمجھ رہے تھے ۔

سلطانہ :- عورت جب کوئی بات ٹھان لیتی ہے تو اس کا انجام دینا کوئی مشکل بات نہیں ہے ۔

ماں :- خیر بہت اچھا کیا ورنہ آجکل کے مرد تو عورت کو غلام سمجھ بیٹھے ہیں پھر حد درجے کے طوطا چشم ۔

سلطانہ :۔ میں خوشی سے نہیں ۔ مجبوری سے ایسا کی ہوں ۔

ماں :۔ بہت اچھا کیا بیٹی ۔ اب پچھتاؤ مت ۔ ہنسو بولو ۔ بھائی بہنوں سے ملو ۔ خوش رہو ۔ کوئی پکچر دیکھو ۔

شاہد :۔ ہاں ہاں امی ۔ آج میٹنی شو دیکھیں گے ۔

ریحانہ :۔ ہاں ہاں آپا آج ضرور دیکھیں گے ۔ امی مجھے تنہا کہیں جانے ہی نہیں دیتیں ۔

سلطانہ :۔ اچھا بھئی چلو بناؤ پروگرام ۔ آ ۔ م ۔ فی الحال تو میں سو جاتی ہوں ۔ (جمائی لیتی ہے) آ ۔ م ۔

دوسرا منظر

(دروازہ پر کھٹکا ہوتا ہے ۔ راشد ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہے)

راشد :۔ آداب عرض چچا ۔

انور :۔ آداب بیٹے ۔ کیا شہاب ہیں گھر میں !

راشد :۔ آپ بیٹھئے میں ابھی مطلع کرتا ہوں ۔

انور :۔ اچھا ۔

راشد :۔ (گھر میں داخل ہو کر) ابا آپ کے دوست انور صاحب آئے ہیں ۔

شہاب :۔ انور ۔۔۔ او یاد آیا ۔
راشد :۔ کیا یاد آیا ابّا ۔ یہ آپ سوچ میں کیوں پڑ گئے ۔
شہاب :۔ بیٹا میں انور کو لنچ پر مدعو کیا تھا لیکن تمہاری ماں بیماری میں بھول ہی گیا ۔
راشد :۔ لنچ پر ۔۔۔!
شہاب :۔ ہاں ۔
راشد :۔ اب تو ایک بج رہا ہے کیسے بندوبست ہوگا ابّا ۔
شہاب :۔ (سوچ کر) تم ایسا کرو میری اسکوٹر پر مدینہ ہوٹل پہ جاؤ ۔ دونوں ٹفن کیریر میں تین پلیٹ بریانی ۔۔ مٹن ۔۔۔ چکن اور میٹھا لے آؤ ۔
راشد :۔ اچھّا ۔۔
شہاب :۔ یہ لو سو کی نوٹ ۔ بس آدھے گھنٹے کے اندر آجانا ۔ تب تک میں انور کا دل بہلاتا ہوں ۔
راشد :۔ اچھّا ۔۔
شہاب :۔ (دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتا ہے)
شہاب :۔ السّلام علیکم
انور :۔ وعلیکم السّلام
شہاب :۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا انور ۔
انور :۔ میں تو وقت پر آگیا ہوں ۔

شہاب :۔ چلو اچھا ہوا ۔ بتاؤ بھابھی اور بچے تو خیریت سے ہیں ۔
انور :۔ (کھینچ کھینچ کر) ہاں تمہاری بھابی تو غیر مطمئن زندگی گذار رہی ہیں اور مستقبل کی فکر میں غلطاں ہے ۔
شہاب :۔ بھئی کہاں کا مستقبل ! کھائیں پیئیں خوش رہیں ۔ اپنا تو یہی اصول ہے ۔
انور :۔ میرا بھی مگر تمہاری بھابی مانتی ہی نہیں ۔ ہمیشہ اپنا اور بچوں کا دکھڑا لے بیٹھتی ہیں ۔
شہاب :۔ آخر کیا کہتی ہیں ؟ ۔
انور :۔ وہی اپنی محرومیوں کا شکوہ کرتی ہیں ۔
شہاب :۔ ہنسی مذاق سے ٹال دیا کرو ۔ ورنہ عورت ذات سے کون جیت سکتا ہے ۔! بڑی کائیاں ہوتی ہے ۔
انور :۔ بھئی ہمیں دھوکا دیکر دنیا میں لانے والی یہی عورت ذات تو تھی ۔ ورنہ ہم نہ دنیا میں آتے نہ اس کی الجھنوں میں گرفتار ہوتے ۔
شہاب :۔ واقعی بڑے سکون سے جنت میں رہتے کبھی حوروں سے دل بہلاتے کبھی غلمان سے ۔

(اندرونی دروازے پر کھٹکا ہوتا ہے ۔ شہاب لوٹتا ہے)

راشد :۔ ابا لالیا ہوں ۔
شہاب :۔ راشد ۔ پلیٹیں اور کٹورے وغیرہ صاف کر کے

ڈائننگ ٹیبل پر لے آؤ ساری چیزیں یہیں جمادیں گے۔

راشد :۔ اچھا۔

(راشد پلیٹیں اور کٹورے وغیرہ لاکر ٹیبل پر رکھتا ہے اور ساری چیزیں جمادی جاتی ہیں)

شہاب :۔ شاباش ۔ ساری چیزیں تازہ اور اچھی لے آئے ہو تم یہیں بیٹھو۔ میں جاکر انور کو لے آتا ہوں ۔

(شہاب دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتا ہے

شہاب :۔ چلو انور اندر آجاؤ ۔

انور :۔ چلو (اندر داخل ہوتا ہے)

شہاب :۔ یہاں ہاتھ دھولو ۔

انور :۔ (ہاتھ دھوکر) شہاب بھابی کہاں ہیں !

شہاب :۔ میکے گئی ہیں ۔

انور :۔ کیوں ؟ ۔

شہاب :۔ پہلے شروع کرو یار ! مجھے بےحد بھوک لگی ہے ۔ پھر کیوں اور کیسے کا جواب دوں گا ۔

انور :۔ اچھا بھئی چلو۔ آؤ۔ یہ تو خاصا اہتمام کیا ہے تم نے !

شہاب :۔ کیا نہیں ہوگیا ہے ۔

انور :۔ (کھاتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے یہ ساری چیزیں ہوٹل سے آئی ہیں ۔

:۔ کیا کروں کوئی پکوان کرنے والا نہیں تھا۔ بس ہوٹل سے

۔

ےتنے تکلف کی کیا ضرورت تھی! مجھے فون کیا ہوتا تو پروگرام

دیتا۔

:۔ کہاں کا فون کہاں کا پروگرام ملتوی! آج جو ہمیں ملاقات

لا ہے، یہی غنیمت ہے۔ کون جانے کل کیا ہونے والا ہے۔

واقعی یار۔ روزانہ کئی لوگ حادثوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

موٹر سیکل اکسیڈنٹ میں چل بسا۔ نہیں معلوم ہماری باری کب

!۔

:۔ یہاں یار ٹرافک کا حال تو بہت برا ہے۔

تم تو جانتے ہی ہو ہماری بیگم ذرا زیادہ مہربان ہیں ہم پر۔

:۔ مہربان کیا! وہ تو عاشق ہیں تم پر۔

۔ (قدرے ہنسکر) خیر ایسا ہی سمجھ لو۔ میں جب گھر سے نکلتا

میرے ڈنڈ پر امام ضامن باندھ دیتی ہے اور لوٹنے پر

دیتی ہے (ڈنڈ بتلاتے ہوئے) یہ دیکھو۔

:۔ یہ تو نوشاہ کا ڈنڈ معلوم ہو رہا ہے!

۔ پھر تم مذاق پر اتر آئے۔

:۔ اچھا بھئی سناؤ۔ تو روزانہ کتنے روپئے باندھتی ہیں۔

۔ پہلے روز پانچ روپئے کی نوٹ باندھی گئی دوسرے روز

دو کی ۔ تیسرے روز ایک کی ۔ اور روزانہ ایک کا سلسلہ جاری ہے
اس طرح اس ہولناک گرانی میں روزانہ ایک روپیہ کا خون ہو رہا ہے
شہاب :۔ تم بھی عجیب پاگل ہو ۔ اس کو خون کہتے ہو ۔!
یہ نہیں کہتے کہ تمہاری جان کی حفاظت ہو رہی ہے ۔
انور :۔ اماں یہ جان کی حفاظت ہے ۔ تم بھی عجیب بدھو ہو ۔
شہاب :۔ کیوں ! کیا شبہ ہے تم کو !
انور :۔ جب تم صحیح سمجھتے ہو تو اختیار کرو نا یہی راستہ !
شہاب :۔ میں تو رکھوں گا یہ تجویز اپنی بیگم کے سامنے ۔
انور :۔ ضرور رکھنا ۔
شہاب :۔ ارے لو تا یہ مٹن ۔ یہ چکن ۔ تم نے تو لیئے ہی نہیں اور میٹھے پر ہاتھ بڑھا رہے ہو ۔
انور :۔ مجھے تکلف کی ضرورت ہی نہیں ۔ باتوں باتوں میں شکم سیر ہو چکا ہوں ۔
شہاب :۔ راشد چلو تم صاف کر دو یہ پلیٹیں اطمینان سے کھاؤ ۔ ہم اٹھتے ہیں ۔
راشد :۔ اچھا ۔

(شہاب اور انور اٹھتے ہیں اور ہاتھ دھو کر ڈرائنگ روم روم میں چلے جاتے ہیں)

....

تیسرا منظر

ماں :۔ کونسی پکچر دیکھنے گئی تھی سلطانہ بڑی دیر میں آئی ہو !
سلطانہ :۔ اماں وہی پرانی پکچر (مغل اعظم) ایک بار دیکھنے کی خواہش تھی سو پوری ہو گئی ۔
ریحانہ :۔ بہت اچھی فلم ہے امی مغل اعظم تو !
اماں :۔ اس کی جتنی تعریف کریں کم ہے ۔
سلطانہ میں نے کھانا تیار کروا دیا ہے ۔ دونوں ٹفن کیریر میں اچھی طرح بھر کر بھیجدو ۔ نہیں معلوم تمہارے میاں اور راشد دوپہر میں کیا کھاتے ہیں ۔
سلطانہ :۔ اچھا اماں بھیجدیتی ہوں ۔ پہلے ذرا ہاتھ منہہ تو دھولوں ۔
اماں :۔ اچھا اچھا تب ہی بھیجدینا ۔
(شاہد اپنے گھر پہنچ کر اسکوٹر سے اتر پڑتا ہے اور دونوں ٹفن کیریرز اسکوٹر سے نکال کر گھر میں لیجاتا ہے ۔)
شہاب :۔ شاہد ! کیا نہیں آئیں تمہاری امی ۔
شاہد :۔ ماموں جان نے ایک دن ٹھہرنے کو کہا ہے اس لئے رک گئیں ۔
شہاب :۔ طبیعت تو ٹھیک ہے !
شاہد :۔ وہاں پہنچنے کے بعد امی کو بخار چڑھ گیا ۔

شہاب :۔ بخار ۔۔۔!
شاہد :۔ ہاں بہت تیز بخار ۔۔ ماموں جان نے فوری انجکشن دیا اور کہا کہ کوئی فکر کی بات نہیں شام تک نارمل ہو جائے گا بہر حال پسینہ بہت نکل رہا ہے امّی کو ۔
شہاب :۔ اعضاء شکنی کا کیا حال ہے !
شاہد :۔ اعضاء شکنی میں بھی اضافہ ہو گیا ہے ۔
شہاب :۔ بیٹے اگر شام تک بخار نہیں اترا تو مجھے فون کر دینا میں آجاؤں گا ۔

شاہد :۔ اچھا ۔
شہاب :۔ اچھا کھولو ٹفن کیریر کیا کیا لائے ہو !
راشد :۔ شاہد پلیٹس اور کٹورے تو دھو کر لاؤ !
شاہد :۔ میں اتنی دور سے ٹفن کیریر بھی لاؤں اور برتن بھی دھوؤں میں نہیں دھوتا ۔
راشد :۔ اچھا بابا میں ہی گھر کا باورچی ہوں ۔
(دھو کر ٹیبل پر رکھتا ہے) او ہو چکن ۔ تلی ہوئی مچھلی شکمپو پراٹھے، چاول اور میٹھا ۔
شہاب :۔ میٹھا کا ہے کا ہے ۔
راشد :۔ گاجر کا حلوہ ہے (شاہد سے) آج تو مزے ہی مزے ہیں ایک سے ایک بہترین چیز کھانے کو مل رہی ہے ۔

شاہد :۔ کیا کھائے دوپہر میں ۔

راشد :۔ بریانی ۔ چکن ۔ مٹن ۔ میٹھا وغیرہ ۔

شاہد :۔ کہاں سے آیا تھا ۔!

راشد :۔ ابّا ہوٹل سے منگائے تھے ۔

شاہد :۔ کیوں ؟

راشد :۔ ابّا کے دوست انور صاحب آئے تھے ۔ ان کی دعوت تھی ۔

شاہد :۔ اچھا چلو چلو جلدی خالی کرو ۔

راشد :۔ کیوں ! کیا پھر واپس جانے کا ارادہ ہے !

شاہد :۔ ہاں میں تو جاؤں گا ہی ۔ امّی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کل ان کے ساتھ آجاؤں گا ۔

راشد :۔ چلو تفریح تو اچھی ہو رہی ہے ۔

شاہد :۔ تم کیوں جل رہے ہو ۔

راشد :۔ میں کیوں جلوں ! اچھا جا با جاؤ بڑے بھائی سے ہی لڑ رہے ہو ۔!

شہاب :۔ دور سے شاہد !

شاہد :۔ جی ۔

شہاب :۔ بڑے بھائی سے کیوں لڑ رہے ہو بیٹا !

شاہد :۔ میں کہاں لڑ رہا ہوں ابّا ! یہ جھوٹ بول رہے ہیں ۔

شہاب :۔ اب شکایت بند کردو ۔ کچھ اور کہا ہے تمہاری امّی نے !

شاہد :۔ ہاں ایک جوڑا کپڑے لانے کو کہا ہے ! وہ کپڑے پسینے سے تر ہو گئے تھے ۔ امی نے اتار کر نانی اماں کے کپڑے پہن لئے ۔ اور نانی اماں دکھائی دے رہی ہیں ۔ آپ ہی کوئی جوڑا چن کر دیجئے !

شہاب :۔ یہ کام میرے بس کا نہیں ۔ تم ہی چن لو بیٹے ۔

شاہد :۔ اچھا ۔

شہاب :۔ ٹفن کیریر سے کھانا نکال چکے راشد !

راشد :۔ نکال لیا ابا ۔

شاہد :۔ تو جا رہا ہوں ابا ۔

شہاب :۔ کپڑے لے لئے ۔

شاہد :۔ لے چکا ۔

شہاب :۔ تو احتیاط سے جاؤ ۔

شاہد :۔ اچھا ۔

(اسکوٹر پر روانہ ہو جاتا ہے)

ماں :۔ سلطانہ اٹھو بھئی کیا کروٹ پر کروٹ بدل کر سو رہی ہو ایک بج رہا ہے ۔ اٹھو دوپہر کا کھانا کھاؤ ۔ تمہاری وجہ سے سب لوگ بھوکے بیٹھے ہیں ۔

سلطانہ :۔ (ہڑبڑا کر) ایک بج رہا ہے اماں ۔ اٹھ جاتی ہوں ۔

ماں :۔ تمہیں یہاں آنے پر سوائے سونے کے کچھ سوجھتا ہی نہیں

بیٹی — !

سلطانہ :۔ تھک کر آتی ہوں اماں اور یہاں آکر بے فکر ہو جاتی ہوں ۔ ساری تھکان دور ہو جاتی ہے پھر تازہ دم ہو کر چلی جاتی ہوں ۔

ماں :۔ ایسی کیا تھکان ہے بیٹیا ! کیا فرصت ہی نہیں ملتی تم کو گھر میں !

سلطانہ :۔ کہاں کی فرصت اماں ۔ مجھ کو تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کولہو کا بیل ہوں اور مسلسل کام کرنا ہی میری قسمت میں لکھا ہے ۔

ماں :۔ کیا چھٹی کے دن بھی ۔ !

سلطانہ :۔ چھٹی کے دن تو اور کام بڑھ جاتا ہے ۔ ان کے عزیز اور دوست احباب آدھمکتے ہیں ان کی خاطر تواضع کرنی پڑتی ہے ۔

ماں :۔ کوئی ماما کیوں نہیں رکھ لیتی ۔

سلطانہ :۔ یہی تو رونا ہے ہمارے پاس کوئی ماما ملتی ہی نہیں ۔

ماں :۔ اوپر کے کام کیلئے وہ لڑکی بھی ہے یا نہیں ۔

سلطانہ :۔ ہے وہ روتی صورت لڑکی ! ہفتہ میں ایک دن غائب ہو جاتی ہے ۔

ماں :۔ اچھا میں بھیج دوں گی ماما تمہارے یہاں ۔

سلطانہ :۔ اچھا —

ماں :۔ آجکل لڑکیوں کی زندگی سے سکون ہی اٹھ گیا ہے ۔ اچھا اٹھو منہہ ہاتھ دھو لو اور کھانا کھاؤ ۔ شاہد کہاں ہے !

شاہد :۔ میں یہیں بیٹھا ہوں نانی اماں ۔

ماں :- میں دیکھی نہیں بیٹا - میں جا کر کھانا نکالتی ہوں ۔ ممتاز کو بھی بلالو۔
اماں :- میں کھانا کھا کر چلی جاؤں گی -
ماں :- ارے ! دوسرے دن ہی اور دو دن آرام سے کر جاؤ ۔
سلطانہ :- نہیں اماں - اب میں بالکل تازہ دم ہو چکی ہوں - اب مت روکئے مجھے - دل و دماغ گھر کی طرف ہی ہو گیا ہے -
ماں :- اچھا بھئی تمہاری مرضی ۔

چوتھا منظر

شہاب :- غنیمت ہے تم آگئیں سلطانہ ۔ ورنہ میں تو سمجھ بیٹھا تھا کہ تین چار روز میں آؤ گی ۔
سلطانہ :- مگر تم نے مجھے میکے میں بھی سکون سے رہنے نہ دیا ۔
شہاب :- کیوں ! ایسی کیا سختی کی میں نے !
سلطانہ :- انور صاحب کی دعوت کیوں رکھی گئی تھی !
شہاب :- تم اس فکر میں دوڑی آئیں کہ نہیں معلوم کتنا پیسہ اڑا دیا میں نے کیوں !
سلطانہ :- ہاں ہاں - اسی فکر میں دوڑی آئی ہوں -
شہاب :- یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ میری ترقی میں انور کی کوششوں کا بڑا دخل رہا ہے لہٰذا میں نے شکریہ کے طور پر اس کو مدعو کیا تھا سمجھیں ـــ !

سلطانہ :۔ لیکن میرے غیاب میں کیوں ! ضرور کچھ نہ کچھ راز ہے
اس میں ۔

شہاب :۔ (قہقہہ لگاتا ہے) راز ! بھلا کیا راز ہو سکتا ہے اس میں
سوائے تمہارے شک کے ! ۔ دراصل اتوار کے دن لنچ پر مدعو
کیا تھا لیکن تمہاری بیماری کی گڑبڑ میں بولنا بھول گیا۔ جب وہ دوپہر
میں آموجود ہوا تو یکایک مجھے خیال آیا کہ میں اس کو مدعو کیا ہوں۔ بس
ہوٹل سے ساری چیزیں منگوائی گئیں اور میں سکون کا سانس لیا ۔

سلطانہ :۔ لیکن پیسے کہاں سے آئے !

شہاب ۔ پیسے ! تھے میرے پاس ۔ میرے تین سو کے دو T.A
BILLS منظور ہوئے تھے ۔

سلطانہ :۔ تو مجھ سے کیوں چھپائے رکھا !

شہاب :۔ پیسے تمہارے حوالے کرنے ہی والا تھا کہ تمہاری بیماری
کی گڑبڑ میں بولنا بھول گیا ۔

سلطانہ :۔ انور صاحب کو جو مدعو کئے تھے میری بیماری کی گڑبڑ
میں بولنا بھول گئے ۔ (ہنستی ہے) تھے یہ بھی میری بیماری کی گڑبڑ
میں بولنا بھول گئے (ہنستی ہے)
واللہ جواب نہیں تمہارا ۔

شہاب :۔ (ہنستا ہے) بالکل ایسا ہی ہوا سلطانہ ۔

سلطانہ :۔ میں خوب سمجھتی ہوں تمہارا مطلب ۔ سچ سچ بتاؤ کتنے کے

T.A - Bills منظور ہوئے تھے ۔

شہاب :۔ بخدا وہی T.A. Bills رقمی تین سو روپے ۔

سلطانہ :۔ تم چھپا رہے ہو مجھ سے ! میں سمجھتی ہوں تین بلس رقمی پانچ سو روپے منظور ہوئے ہیں ۔

شہاب :۔ بھئی بھروسہ کرو مجھ پر ۔ میں تم سے کیوں چھپاؤں گا !

سلطانہ :۔ تم ضرور میری چوری سے باہر بھی پیسے اڑا رہے ہیں !

شہاب :۔ باہر کہاں اڑاؤں گا ۔

سلطانہ :۔ میں کیا جانوں ! ہوگی کوئی عورت باہر بھی ۔

شہاب :۔ (طیش میں آکر) سلطانہ ! جھوٹے الزامات مت لگاؤ ۔ تم کو یہ شک کیسے ہوا !

سلطانہ :۔ تم اس دن رات بھر کہاں غائب تھے ! صبح ۹ بجے آئے ۔ اس دن میری طبیعت خراب تھی ۔ خیریت گذری ورنہ زبردست جنگ ہوتی ۔

شہاب :۔ بھئی عابد کے یہاں پارٹی تھی ۔ تاش کی محفل گرم تھی ۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہوگئی ۔

سلطانہ :۔ دیکھتے ہی دیکھتے صبح ہوگئی اور یہاں آنکھوں ہی آنکھوں میں رات کٹ گئی ۔ یہی نہیں اس سے ایک ہفتہ قبل بھی تم رات بھر غائب رہے ۔

شہاب :۔ ہاں بھئی میں سخت شرمندہ ہوں تم سے ۔

سلطانہ :۔ اور اس سے دو تین ہفتے قبل بھی تم ایک رات . . . .
شہاب :۔ ہاں بھئی غائب تھا۔
سلطانہ :۔ تم جوا تو کھیلتے ہی تھے۔ اب راتوں میں غائب ہونے لگے ہو۔! جس سے میری زندگی کا چین اڑ گیا ہے۔
شہاب :۔ مت اڑاؤ چین۔ اب میں کبھی رات میں غائب نہیں ہوں گا۔
سلطانہ :۔ اس سے پہلے بھی تم نے ایسا ہی کہا تھا اور پھر غائب ہے ۔ یہی نہیں . . . . . . میں آ کر اتنی دیر ہو گئی لیکن تم نے پوچھا بھی نہیں کہ میری طبیعت کیسی تھی! مجھے کیا ہوا تھا! حالانکہ نئی زندگی ہے میری تو پھر میرا شک کرنا لازمی ہے کہ نہیں!
شہاب :۔ نئی زندگی! (پریشان ہو کر) واللہ بتاؤ کیا ہوا تھا تمہیں بھئی معاف کرنا میں پوچھنا بھول ہی گیا۔
سلطانہ :۔ وہاں پہنچنے کے بعد میری طبیعت اور خراب ہو گئی۔ بخار تیز ہو گیا۔ اعضا شکنی بڑھ گئی۔ بہرحال ممتاز کے بروقت علاج کے باعث شام تک بخار نارمل ہو گیا۔
شہاب :۔ آخر ہوا کیا تھا تم کو!
سلطانہ :۔ دماغی بخار۔
شہاب :۔ دماغی بخار!
سلطانہ :۔ اور ممتاز نے آرام لینے کی ہدایت کی ہے۔
شہاب :۔ اچھا بھئی لو آرام۔ یہاں ماما ملتی ہی نہیں۔ اب

میں اور بچے تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔
سلطانہ :۔ میں ایسا بھی تم لوگوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتی ۔ میں چاہتی ہوں ہفتے میں ایک دن مکمل آرام لوں ۔
شہاب :۔ یعنی !
سلطانہ :۔ ہفتے میں ایک دن مکمل چھٹی چاہئے مجھے ۔
شہاب :۔ مکمل چھٹی سے مطلب !
سلطانہ :۔ مطلب صاف ہے ۔ میں اس دن گھر کا کوئی کام نہیں کروں گی ۔ بس آرام لوں گی ۔ مکمل آرام یا کچھ مطالعہ کروں گی ۔ یا سیر و تفریح کو نکلوں گی اور شام میں اطمینان سے سو جاؤں گی !
شہاب :۔ پھر کھانا کون تیار کریگا ۔
سلطانہ :۔ تم لوگ ۔
شہاب :۔ ہم لوگوں کو تو پکوان نہیں آتا ۔
سلطانہ :۔ تو سیکھ جائیے حضور ۔
شہاب :۔ تو کونسے دن چھٹی چاہئے تمہیں !
سلطانہ :۔ اتوار کے دن ۔
شہاب :۔ ایسا ہے تو میں چند دن کیلئے چھٹی لے لیتا ہوں کل سے ہماری ٹریننگ شروع ۔ راشد اور شاہد بھی کل سے تین دن کی چھٹی لے لیں گے ۔
سلطانہ :۔ اچھی بات ہے ۔

(صبح ہوتی ہے چڑیوں کی چہچہاہٹ سنائی دیتی ہے)

شہاب :۔ راشد شاہد اٹھو۔ آج سے ہمیں ٹریننگ لینا ہے۔ اٹھو اٹھو۔

راشد :۔ آ۔ آم (جماہی لیتا ہے) اٹھ گیا ابّا۔

شاہد :۔ اٹھ گیا۔

سلطانہ :۔ شہاب صاحب آئیے۔ آٹا بھگوئیے کونسی چیز کہاں رکھی ہے! یہ تو معلوم ہے نا تم لوگوں کو۔!

شہاب :۔ راشد شاہد (تینوں بیک آواز) معلوم ہے۔

شہاب :۔ ہوں G، K آٹا لے لیا۔ اس میں کتنا پانی ملاؤں۔!

سلطانہ :۔ تھوڑا تھوڑا پانی ملائیے۔ آٹا بھیگ جانے پر پانی ملانا بند کر دیجیے۔

شہاب :۔ اچھا۔

سلطانہ :۔ کریمن تو توا صاف کر کے لے آ۔

کریمن :۔ ابھی لے آئی بیگم صاحب۔

سلطانہ :۔ راشد تم چولہے کی بتیاں صاف کر کے کروسین بھر کر تیار رکھو۔

راشد :۔ اچھا امیّ۔

سلطانہ :۔ (شہاب کو دیکھ کر) ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ آٹا اچھا گوندھ رہے ہو تم۔ (ہنستے ہوئے) لیکن یہ کیا! ناک کو آٹا

کیوں لگائے ہو۔!

شہاب :- عمداً تھوڑی لگا یا ہوں! لگ گیا ہوگا۔ نکال لیتا ہوں۔!

سلطانہ :- (ہنستے ہوئے) وہاں کا تو نکل گیا۔ لیکن گال کو لگ گیا ہے خیر لو میں نکال دیتی ہوں ۔ لو نکل گیا۔ ہاں اب پیڑے بناؤ۔ گرڈے پر بیلو ۔

شہاب :- اچھّا (پیڑا بنا کر گردے پر بیلنا شروع کرتا ہے)

سلطانہ :- ہاں اسی طرح بیلو۔ بہت بہتر بیل رہے ہو۔ اب گھی لگاؤ۔ پھر مکرر پیڑا بنا کر بیلو ۔

کریمن :- توا صاف ہو گیا بیگم صاحب ۔

راشد :- امّی چولہا تیار ہے ۔

سلطانہ :- چلو راشد چولہا جلاؤ ۔

راشد :- (کاڑی کھینچ کر جلاتا ہے) امی جل گیا چولہا ۔

سلطانہ :- کریمن توا رکھ دے چولہے پر ۔

کریمن :- رکھ دی بیگم صاحب ۔

سلطانہ :- ہاں ٹھیک ہے ۔

شہاب :- اب دیکھو ۔

سلطانہ :- ہاں ٹھیک ہے ۔ بہترین بیلے ہو ۔ اب توے پر ڈال دو ــــــ

شہاب :- یہ لو ڈال دیا (توے پر ڈال دیتا ہے ۔)

سلطانہ :- اب پیچھے سے گھی لگاؤ۔ پلٹاؤ۔ اب تیار ہو گئی اتار لو۔
بس اسی طرح پراٹھے ڈالتے جاؤ۔

سلطانہ :- کریمن چائے کی کیتلی دھو کر لے آ۔

کریمن :- ابھی لے آئی۔

سلطانہ :- شاہد کہاں ہے! دودھ لیکر نہیں آیا ابھی!

شہاب :- آتا ہی ہوگا۔

سلطانہ :- راشد پراٹھے پڑنے کے بعد تم انڈوں کے نیم برشت
بناؤ۔

راشد :- اچھا امیّ۔

سلطانہ :- بہر حال تین دن میں تم لوگ ٹرینڈ ہو جاؤ اور جہاں تک
ہو سکے ہر قسم کا پکوان سیکھ لو۔

شہاب :- (ہنستے ہوئے) بہت اچھا استانی جی۔

پانچواں منظر

(شہاب دروازہ کھٹکھٹاتا ہے مکرر کھٹکھٹاتا ہے انور دروازہ
کھولتا ہے)

انور :- شہاب! خیریت تو ہے! اتنا سویرے!

شہاب :- ہاں انور۔ جان چھڑا کر آیا ہوں۔

انور :- کس سے!

شہاب :۔ سلطانہ سے!

انور :۔ (حیرت سے) سلطانہ سے! یعنی بھابی سے جان چھڑا کر آئے ہو!

شہاب :۔ بھابی سے کیا شیطان کی خالہ سے کہو۔

انور :۔ اچھا بھئی ایسا ہی سہی۔ کیا قید کر دیا تھا بھابی نے تمہیں!

شہاب :۔ بالکل۔

انور :۔ وہ کس طرح!

شہاب :۔ بھئی وہ اکثر بیمار رہتی ہے آخر طے پایا کہ اتوار کے دن اس کو چھٹی دے دی جائے اور گھر کا سارا کام بشمول پکوان ہم کیا کریں۔

انور :۔ اچھا! یہ بھی خوب رہی۔

شہاب :۔ اور آج اتوار کو پکوان کرنے کی ہماری باری تھی کہ میں نے راتوں رات دورے کا پلان بنایا اور صبح سویرے تمہارے پاس چلا آیا۔

انور :۔ بھئی پکوان سیکھنے کے بعد پکوان کرنے میں مشکل کیا تھی!

شہاب :۔ نہیں یار مجھ سے نہیں ہوتا پکوان۔ ورنہ ہر اتوار کو یہ مصیبت لگ جائے گی میرے پیچھے۔

انور :۔ تو صاف کہدیئے ہوتے۔ بھابی بچوں کو ساتھ لیکر پکوان کر لیتیں۔

شہاب :۔ زبان دے چکا تھا اس لئے کچھ کہہ نہ سکا اور چلا آیا ۔
انور :۔ اماں بیوی سے بھی اتنا تکلّف ! (ہنستا ہے) جواب نہیں تمہارا۔
شہاب :۔ وہ زبان پکڑنے کی عادی ہے ۔ طعنے دیکر مجھے چڑا تی رہتی ہے ۔
انور :۔ خیر چلو منہہ ہاتھ دھولو۔ پہلے ناشتہ کرلیں ۔
شہاب :۔ بھابی اور بچّے کہاں ہیں ۔ !
انور :۔ تمہاری بھابی میکے گئی ہیں اور بچّے ساتھ ہیں ان کے ۔
شہاب :۔ پھر تو ہوٹل میں ناشتہ کرنا پڑے گا ۔ !
انور :۔ نہیں یار ۔ کیوں پریشان ہوتے ہو ! ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا انتظام کرکے گئی ہیں ۔
شہاب :۔ کتنی عقلمند ہے بھابی اور کتنا خیال رکھتی ہے تمہارا ۔
(سلطانہ داخل ہوتی ہے)
سلطانہ :۔ آداب انور بھائی ۔
انور :۔ آداب ۔
سلطانہ :۔ حضور تسلیم عرض کرتی ہوں ۔
شہاب :۔ تم شیطان کی طرح یہاں بھی پہنچ گئیں !
سلطانہ :۔ میں سمجھ رہی تھی کہ حضور جھوٹ موٹ دورے کا پروگرام بنا کر نکلے ہیں اور انور بھائی کے پاس جا رہے ہیں ۔ لہذا کچھ دیر ٹھہر کر چلی آئی ۔ خیر واپس چلئے بچّے انتظار کر رہے ہیں آپکا

انہیں پکوان کرکے دیجئے۔
شہاب :۔ مجھ سے نہیں ہوتا پکوان۔
سلطانہ :۔ تو آپ کا پکوان سیکھنا اور پکوان کا وعدہ کرنا کیا بچوں کا کھیل تھا۔!
شہاب :۔ ایسا ہی سمجھو۔
انور :۔ بھابی گستاخی معاف شہاب کو اتنا پریشان کیوں کر رکھی ہو کہ وہ جھوٹ موٹ بول کر گھر سے بھاگ جائے۔ آپ کو تو اس کے ساتھ ایسا رہنا چاہیئے کہ وہ آپ کا دیوانہ ہو کر رہے۔
سلطانہ :۔ انور بھائی۔ آپ کو بیاک گراؤنڈ نہیں معلوم۔ بھلا کوئی عورت اپنے شوہر کو پریشان کرتی ہے۔!
انور :۔ آخر کیا بیاک گراؤنڈ ہے! کیا میں نہیں سن سکتا!
سلطانہ :۔ آپ کو تو سنانا ہی ہے۔ آپ آج ہمارے درمیان منصف ہیں۔ آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ قصوروار کون ہے۔؟
انور :۔ آج تو بڑی ذمہ داری آن پڑی مجھ پر اچھا بھئی سناؤ۔
سلطانہ :۔ انور بھائی گذشتہ ڈیڑھ مہینے کے دوران یہ تین مرتبہ رات بھر گھر سے غائب رہے ہیں۔
انور :۔ کیا اچانک طور پر؟
سلطانہ :۔ بالکل۔ انور بھائی اگر آپ ہی اچانک رات بھر غائب رہیں تو کیا بھابی کی رات سکون سے گذرے گی۔ انہیں

نت نئے شبہات نہیں پیدا ہوں گے!

انور:۔ یقیناً پیدا ہوں گے۔

سلطانہ:۔ پرسوں تو جی میں آئی تھی کہ گھر کو آگ لگا کر بچوں کو لیکر میکے چلی جاؤں۔

انور:۔ ہاں ہاں بھابی۔ اتنا گرم مت ہوئیے ٹھہریئے۔ پہلے میں شہاب سے تو تصدیق کر لوں۔

سلطانہ:۔ کر لیجئے۔

انور:۔ تم سناؤ بھابی کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔

شہاب:۔ صحیح ہے میں تین راتیں گھر سے غائب تھا۔

انور:۔ بغیر کچھ بیگم سے کہے سنے۔

شہاب:۔ ہاں ایسا ہی ہوا۔ وہ افتخار اور آصف زبردستی مجھے عابد کے یہاں گھسیٹ لے جاتے تھے۔ وہاں تاش کی محفل گرم ہوتی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے رات کٹ جاتی تھی۔

انور:۔ وہ عابد رنڈوا۔

شہاب:۔ ہاں وہی۔

انور:۔ اس کو نہ بیوی ہے اور نہ تو بچہ۔ وہ تو گھر میں تاش کی اور موسیقی کی محفلیں سجا کر اپنا دل بہلا لیتا ہے اور دوستوں کی زندگیاں تلخ کر دہا ہے۔

شہاب:۔ کبھی میں اُدھر جاتا کبھی نہیں گیا وہاں۔ افتخار اور آصف کے

مجبور کرنے پر مروتاً چلا جاتا تھا۔ اور کھیل میں محو ہو جاتا تھا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

انور:۔ کبھی تم نے سوچا نہیں کہ اس کا بھابی کے دل پر کیا اثر ہو گا!

شہاب:۔ یہی تو بھول ہو گئی مجھ سے۔

انور:۔ واہ! کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھیری۔ خیر جو ہو چکا سو ہو چکا۔ آئندہ سے تم کبھی نہیں جاؤ گے عابد کے یہاں۔

شہاب:۔ اچھا بھئی میں وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی نہیں جاؤں گا۔

انور:۔ بھابی آپ اطمینان رکھیں ہر ہفتے کی شام شہاب کو گھر پہنچا دینا میرا ذمہ۔

سلطانہ:۔ انور بھائی اب مجھے سکون مل گیا۔

انور:۔ لیکن آپ شہاب کو پکوان کیلئے مجبور نہ کیجئے یہ اس کے بس کا روگ نہیں۔

سلطانہ:۔ انور بھائی! میں کیوں مجبور کروں گی انہیں! ان کے بے جا رویہ نے مجھے بددل کر دیا تھا گھر سے۔ اور میں بھی انہیں تنگ کرنے لگی کہ پکوان میں حصہ لیجئے۔

انور:۔ بہرحال اب تو تصفیہ ہو چکا تاکہ شہاب رات کو گھر سے باہر نہیں جائیں گے اور آپ انہیں پکوان کیلئے مجبور نہ کریں گی۔

سلطانہ:۔ بالکل۔ میرے دونوں بچے پکوان سیکھ گئے ہیں اوپر کا کام کرنیوالی لڑکی بھی سیکھ گئی ہے وقتاً فوقتاً میں ان سے کام لے لیا

کروں گی ۔

انور :۔ ٹھیک ہے شہاب ازدواجی زندگی شیشے کے گھر کی مانند ہوتی ہے۔ جو ذرا سی ٹھیس سے چکنا چور ہو جاتا ہے ۔

شہاب :۔ ہاں بھئی اب میری سمجھ میں آ گیا ۔ خواہ مخواہ کے گھر کا سکون برباد کر دیا میں نے ۔

انور :۔ خیر جو ہوا سو ہوا "بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے کہ صلح ہو جائے جنگ ہو کر" اب آپ دونوں سیدھے گھر چلے جائیے ۔ بچے بے چین ہوں گے ۔

شہاب :۔ واقعی اب مجھے دوگنی خوشی ہو رہی ہے ۔ (سلطانہ سے) تو چلئے حضور ۔

سلطانہ :۔ (مسکرا کر) واقعی اب مجھے دوگنی خوشی ہو رہی ہے (سلطانہ سے) تو چلئے حضور ۔

سلطانہ :۔ (مسکرا کر) چلئے سرکار ۔ (دونوں چلتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

آشیانہ

افراد

تنویر :۔	ایک جوان بیوہ
مختار :۔	تنویر کا دیور
شوکت :۔	تنویر کا لڑکا عمر ۶ سال
صفیہ :۔	مختار کی چھوٹی بہن ۔
آمنہ :۔	مختار کی ماں
اشتیاق :۔	آمنہ کا بڑا بھائی

پہلا منظر

(تنویر صوفے پر بیٹھی ناول پڑھ رہی ہے ۔)

مختار :۔ (قدموں کی چاپ) بھابی ! فروٹس ۔ بچوں کیلئے !

تنویر :۔ مختار ! روز روز کیوں لاتے ہو ۔ !

مختار :۔ کیوں نہ لاؤں !

تنویر :۔ یتیم بچوں کو فروٹس کی عادت نہیں ہونی چاہیے ۔

مختار:۔ آخر کیوں!

تنویر:۔ ہوں —— تم کو کیسے سمجھاؤں! ایک دن ایسا آئے گا کہ تم فروٹس لانا بند کردو گے اس روز بچوں کی ضد سے آنکھیں بھیگ جائیں گی میری۔!

مختار:۔ میں زندگی بھر ان بچوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا تاکہ میرے بھائی کی روح کو سکون ملتا رہے۔

تنویر:۔ تم ایسا نہیں کرسکتے مختار! راہ کے کانٹے روک لیں گے تمہیں۔

مختار:۔ نہیں — کوئی میرے ارادے کو روک نہیں سکتا — راہ کے کانٹے کون ہیں بھلا!

تنویر:۔ تم شادی نہیں کرو گے! تمہاری بیوی یہ برداشت نہیں کرسکے گی۔

مختار:۔ شادی —— بیوی —— ہوں — کوئی نہیں روک سکتا مجھ کو —

تنویر:۔ اور کانٹے بھی پیدا ہو جائیں گے۔

مختار:۔ اور کانٹے کون؟

تنویر:۔ تمہاری ماں اور بہن — ان کو تمہارا میرے پاس آنا بُرا لگے گا۔

مختار:۔ اگر ساری دنیا بھی درمیان میں آجائے تو بھی میں تم لوگوں کی خدمت سے باز نہیں آسکتا۔

تنویر :۔ ایسا کیوں کہتے ہو! ـــ تم ہونہار ہو۔ دنیا میں ترقی کرو۔ پھولو پھلو۔ میرا کیا ہے! مجھے تو قدرت نے ہی بدقسمت اور غم کی تصویر بنا دیا ہے۔

تم کہاں تک ساتھ دو گے میرا۔ عجیب قدرت کا انتظام ہے۔ باغ لگانا۔ رہائش گاہ بنانا۔ پودوں کی آبیاری کرنا۔ اور جب باغ پھولنے پھلنے لگے اس تہس نہس کر دینا۔ اس کارنامے کا سہرا صرف قدرت کے سر ہے۔ میری تخلیق کی کیا ضرورت تھی۔ افتخار کی تخلیق کی کیا ضرورت تھی ـــ! ننھے منے بچوں کی تخلیق کی کیا ضرورت تھی! شاید دنیا کو یہ بتلانے کیلئے کہ قدرت اس طرح غم کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ کیا خوب کہا ہے شاعر نے ؎

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے! خواب ہے دیوانے کا

اور مجھے تو زندگی دیوانے کے خواب کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتی ـــ

مختار :۔ خدا کے لئے اب بس کرو۔ اف کتنا گہرا غم ہے تم کو۔!

(شوکت کتابوں کا بستہ کاندھے سے لگائے اسکول سے آرہا ہے) جیسے ہی ممتاز کو دیکھتا ہے خوشی سے چلاتے ہوئے اس کی جانب لپکتا ہے!

"چاچا آگئے۔ چاچا آگئے۔ میرے اچھے چاچا آگئے"

(تنویر فروٹس کو نل پر دھوکر لے آتی ہے)

مختار :۔ چلو آجاؤ میری گود میں ۔ آگیا ٹھیر بیٹا ۔ یہ لو انگور کھاؤ۔

شوکت :۔ (انگور کھاکر) آہا ۔ بہت میٹھا ہے ۔ آپ بھی کھائیں ۔

مختار :۔ نہیں منے تم کھاؤ ۔

شوکت :۔ آپ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے ۔

مختار :۔ توبہ کیا مصیبت ہے اس ننھے سے ! یہ لو میں منہہ کھولتا ہوں آں !

شوکت :۔ آہا ۔ چاچا کھالئے ۔ چاچا کھالئے ـــ کیسے ہیں !

مختار :۔ میٹھے ہیں ۔

شوکت :۔ ممّی اب تم منہہ کھولو ۔

تنویر :۔ نہیں بیٹے بچّے ضد نہیں کرتے ۔ تم کھاؤ ۔

شوکت :۔ جب پپّا کہتے تھے تو تم منہہ کھول دیتی تھیں ۔ شوق سے انگور کھاتی تھیں ۔ اور میری بات نہیں سنتی ہیں ۔ جاؤ میں بھی نہیں کھاتا ـــ

تنویر :۔ ارے کیوں اتنا ناراض ہوتا ہے ۔ یہ لے منہہ کھولتی ہوں آ ـــ

شوکت :۔ (تالی بجاکر) ڈال دیا ۔ کیوں ممّی میٹھا ہے کہ نہیں ـــ !

تنویر :۔ بہت میٹھا ۔ اب تم کھاؤ بیٹے ۔

شوکت :۔ اچھا ۔

مختار :۔ بھابی شاہین کہاں ہے ۔

تنویر :۔ سو رہی ہے ۔

(کچھ فاصلے سے پکارنے کی آواز آتی ہے)

آمنہ :۔ مختار ۔!

مختار :۔ (قدرے بلند آواز سے) آیا اماں ۔ شوکت تم انگور کھاتے رہو ۔ میں ابھی آتا ہوں ۔

شوکت :۔ اچھا اچھا جائیے دادی اماں بلاتی ہیں آپ کو ۔

(قدموں کی چاپ)

آمنہ :۔ اتنی دیر کیا کر رہا تھا وہاں !

مختار :۔ بچوں سے کھیل رہا تھا ۔

آمنہ :۔ بچوں سے یا بھابی کا دل بہلا رہے تھے ۔!

مختار :۔ کچھ بھی سمجھو ۔

آمنہ :۔ بس بہت ہو چکا ۔ اب تجھے ان کی فکر نہیں اپنی فکر کرنی چاہیے ۔

مختار :۔ اپنی ! کیا فکر کروں اماں ۔ میں تو اچھا بھلا ہوں ۔

آمنہ :۔ اب تو ننھا بچہ نہیں رہا ۔ تعلیم ختم کر لی ۔ اچھی ملازمت مل گئی اب ایک اچھی سی دلہن چاہیے تم کو تاکہ ماں کے غم کا بوجھ ہلکا ہو سکے ۔

مختار :۔ اماں ۔! یہ اچانک میری شادی کی کیا سوجھی آپ کو!
آمنہ :۔ اچانک نہیں ۔ چند دنوں سے میں سوچ رہی تھی ۔ البتہ اس کام کو پورا کرنے کا سہرا صفیہ کے سر ہے ۔
مختار :۔ واہ ! میری شادی بھی گڈا گڈے کی شادی ہو گئی ۔ مجھ سے پوچھنے کی نہ ماں نے ضرورت محسوس کی نہ بہن نے ۔ جواب نہیں دونوں کا ۔
آمنہ :۔ ہمیں یقین تھا کہ تو انکار نہیں کرے گا ۔
صفیہ :۔ بھیا ! کیا ماں بہن دشمن ہوتے ہیں ۔ !
مختار :۔ کون کہتا ہے ! لیکن تم دونوں نے مجھے کوئی اہمیت ہی نہیں دی ۔ بس لکڑی کا پتلا سمجھ لیا ۔
صفیہ :۔ بھیا تمہاری بہت اہمیت ہے ہمارے پاس ۔ تم تنہا بھائی تو رہ گئے ہو اب ہمارے ۔
آمنہ :۔ مختار! جہاں دو تھے تو بھی اس میں تیری اہمیت تھی ۔ اب تو تنہا بیٹا ہے میرا ۔
مختار :۔ کیوں کہ میں تنہا رہ گیا ہوں اس لئے زبان تک کھولنے کی اجازت نہیں ہے مجھے ۔
آمنہ :۔ (ہنس کر) ایسا نہیں ہے بیٹا ۔ ادھر وہ معاملہ طے نہیں ہوا تھا اس لئے ہم خاموش رہے ۔
صفیہ :۔ اور پھر رشتہ ایسا کہ آپ خوشیوں کے گہوارے میں جھولیں گے

اور دلہن ایسی کہ چاند بھی شرما جائے۔

مختار :۔ آخر کون ہے وہ بدنصیب۔

آمنہ :۔ بدنصیب کیوں ؟ خوش نصیب کہو۔

مختار :۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ تو آخر کون ہے وہ !

آمنہ :۔ صفیہ کے سسرالی رشتہ داروں میں ایک صاحب ہیں۔
عنایت اللہ حسینی۔ یہ گلشن آباد کے سجادے ہیں۔

مختار :۔ ہاں۔ ہاں۔ صفیہ کے یہاں میں ایک بار مل چکا ہوں
ان سے۔

آمنہ :۔ ان کی بیگم بھی دیکھ چکی ہیں تم کو۔

مختار :۔ تو ان کی لڑکی بھی دیکھ چکی ہو گی !

صفیہ :۔ (مسکرا کر) ہاں ۔ دیکھ چکی ہے۔

آمنہ :۔ اب صرف تمہاری ہاں کی ضرورت ہے۔

صفیہ :۔ اور اگر بھیا ! لڑکی کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک بار آجائیں
میرے پاس ۔ میں دکھا دوں گی۔

آمنہ :۔ ہاں بیٹا چلے جاؤ اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

صفیہ :۔ دیکھنے سے پہلے رشتہ کی تفصیلات بھی سن لو۔

مختار :۔ اچھا ہی سہی۔ سناؤ بھی۔

صفیہ :۔ عنایت اللہ حسینی صاحب کے کئی مکانات ہیں زمینات
ہیں اور سالانہ ہزاروں کی آمدنی ہے۔

مختار :۔ بہت خوش قسمت ہیں صاحب ۔

صفیہ :۔ پھر لڑکی کو زمین دیں گے ۔ عالی شان مکان دیں گے ۔ اگر زیورات وغیرہ کی قیمت لگائی جائے تو تین چار لاکھ کی شادی ہوگی ۔

مختار :۔ ان کے تین چار لاکھ کیلئے میں اپنا ضمیر بیچ دوں ۔

آمنہ :۔ تیری باتیں تو دنیا سے نرالی ہیں مختار ۔ معلوم ہوتا ہے تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے ۔

مختار :۔ ہاں ہاں کسی نے جادو کر دیا ہے ۔ لہذا کسی ملاّ یا عامل کو فوری طلب کیا جائے ۔ تاکہ میرا علاج ہو سکے ۔

آمنہ :۔ وہ تو کرنا ہی پڑے گا بیٹا ۔

(دروازے پر کھٹکا ہوتا ہے)

مختار :۔ اماں ۔ ریاض آیا ہے شاید ۔ میں ایک ڈنر میں جا رہا ہوں ۔ اگر دیر ہو گئی تو پریشان نہ ہوں ۔

آمنہ :۔ اچھا اچھا جاؤ ۔ مگر زیادہ رات نہ لگاؤ ۔

(قدموں کی چاپ گویا مختار سنی ان سنی کر کے چلا جاتا ہے ۔)

آمنہ :۔ عجیب پاگل لڑکا ہے ۔ الجھن میں ڈال دیا ہے ۔

صفیہ :۔ میں بھی الجھن میں پڑ گئی ہوں اماں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھر کے پرسکون ماحول میں تلاطم آگیا ہے ۔

آمنہ :۔ یا میرے مالک ! تو اس تلاطم کو دور کر دے ۔ یا مشکل کشا تم میری مدد کیجیو ۔

صفیہ :- اماں! اگر ماموں جان سے کہلوائیں تو ..!
آمنہ :- ممکن ہے مختار مان جائے ۔ ایک ہی ماموں ہونے کی وجہ سے بڑی عزّت کرتا ہے امتیاز بھائی کی ۔
صفیہ :- تو کیا میں علی الصّبح چلی جاؤں ماموں جان کو بلانے کیلئے ..!
آمنہ :- یہی بہتر رہے گا ۔ اور بھائی جان کو آتو میں ساتھ ہی لے آؤ ۔
صفیہ :- اب تو تنہا امتیاز ماموں جان ہی ہمارے سرپرست رہ گئے ہیں ـــــ
آمنہ :- ہاں بیٹا وہ ایک ہی نمک کا کنکرہ ہیں ۔ خدا ان کی عمر دراز کردے ۔
صفیہ :- اماں اب کھانا کھالیں ۔ زیادہ سوچنا بیکار ہے ۔ سو جائیں گے ۔
آمنہ :- اچھا چلو ۔

دوسرا منظر

تنویر :- (رات کی تنہائی میں اپنے آپ سے) کاش وہ زندہ رہتے ۔ اگر بیمار پڑتے تو چھ ماہ تک نہیں گھلتے ۔ لیکن منٹوں میں گھل گئے ۔ خدا ہارٹ فیل کا مرض کسی کو نہ دے ۔ بس آناً فاناً میں مرجاتا ہے ۔ آدمی ۔ کیا سلیقے کا انسان تھا ۔ چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے ۔ کس قدر چاہتا تھا مجھ کو اور بچوں کو ۔ آہستہ آہستہ پیسہ جوڑ کر بڑی آرزو مندی سے گھر بنایا تھا ۔ گھر سجانے

کے کیا پروگرام بنتے تھے۔ اور ہم نئے گھر میں منتقل ہونے ہی والے تھے کہ وہ اپنے اصلی گھر کو چلے گئے ـــ اب تو جی چاہتا ہے کہ بچوں کو اماں کے حوالے کر دوں۔ سارے نئے گھر میں اور خود پر کیروسین چھڑک دوں اور آگ لگا کر گھر کے ساتھ میں بھی بھسم ہو جاؤں۔ بیوگی کی زندگی بھی کیا زندگی ہے! کوئی اپنا نہیں ہوتا اور بیوہ کو سب منحوس سمجھتے ہیں۔ کنواریاں اور بیاہتا عورتیں بیوہ کے قریب آنے سے گھبراتی ہیں اور بوڑھیاں دور ہی سے انگلیاں بتاتی ہیں کیا اداسی چھائی ہے۔ مرحوم کی جگہ خالی ہے اور مجھے ڈس رہی ہے کئی بار سپنے دیکھتی ہوں کہ وہ میرے بازو سو رہے ہیں لیکن جب آنکھ کھل جاتی ہے تو میں تڑپ کر رہ جاتی ہوں۔ اے کاش سپنے دیکھتے ہوئے آنکھ ہمیشہ کیلئے بند ہو جاتی۔! رات کا ایک بج چکا ہے ساری دنیا محو خواب ہے لیکن میری آنکھوں سے نیند غائب۔ اسی طرح تڑپتے تڑپتے صبح ہو جائے گی۔

تیسرا منظر

امتیاز:۔ آمنہ کیوں قیدی کی طرح پکڑ منگائی ہو مجھے۔!

آمنہ:۔ کیا کروں امتیاز بھائی ــ بات ہی ایسی تھی کہ میرا سکون غائب تھا۔ اس لئے صفیہ ساتھ ہی لائی آپ کو۔

امتیاز:ــ "آخر کیا بات ہوگی" سوچتا ہوا ہزار کام چھوڑ کر چلا

آیا ہوں۔
آمنہ :۔ آپ کا شکریہ ۔ پھر دوسرا کون ہے جو ہمارے آڑے وقت کام آئے ۔ اسی لئے ہر وقت آپ ہی کو تکلیف دیتی ہوں ۔
آمنہ :۔ صفیہؔ نے مختار کیلئے اپنی سسرال میں ایک بہترین لڑکی منتخب کی ہے ۔ لیکن مختار مانتا ہی نہیں ۔ صفیہ تو ہی بیان کر تفصیلات ماموں جان سے ۔
صفیہؔ :۔ ماموں جان ! میری سسرال میں ایک دولت مند اور شریف الخاندان سجادے ہیں ۔ ان کی ایک خوبصورت لڑکی ہے مختار کو دلہن کے ساتھ تین چار لاکھ کا مال و اسباب بھی ملے گا لیکن مختار نواب راضی ہی نہیں ہوتے ہیں ۔
امتیاز :۔ کیا کہتا ہے !
صفیہؔ :۔ کہتے ہیں کہ وہ ضمیر کی آواز کے خلاف شادی نہیں کر سکتے ۔
امتیاز :۔ ضمیر کی آواز کے خلاف ! (ہنستا ہے) شاید کہیں دل دے چکا ہے ۔
آمنہ :۔ کہاں کا دل ! کیا ہے ! ابھی لڑکپن نہیں گیا اس کے دل و دماغ سے ـــــــ ہمیشہ اسی طرح سے ستاتا ہے مجھے ۔ اگر آپ سمجھائیں تو راہ راست پر آجائے گا ۔
امتیاز :۔ انشاء اللہ میں راضی کر لوں گا اس کو ۔ کہاں گیا ہے ۔ !
آمنہ :۔ شاید بازار تک گیا ہے ۔ آتا ہوگا ۔

صفیہ :۔ ماموں جان بڑا ملال ہے مجھ کو۔ الیسا محسوس ہوتا ہے کہ پارس کا پتھر چھوٹ رہا ہے مختار سے۔

امتیاز :۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ مان جائے گا۔

(قدموں کی چاپ)

مختار :۔ ماموں جان! آداب عرض کرتا ہوں۔

امتیاز :۔ آداب۔ آؤ آؤ تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ خیریت سے تو ہو۔

مختار :۔ اللہ کا شکر ہے۔

امتیاز :۔ ملازمت تو مزے میں چل رہی ہے!

مختار :۔ بہت مزے میں!

امتیاز :۔ بیٹھو۔ یہ کیا ماں بہن کو پریشان کر رکھا ہے!

مختار :۔ تو اماں نے بلایا ہے آپ کو۔!

امتیاز :۔ تم نے پریشان کر دیا اور انہیں مجھے بلانے کے سوا چارہ نہیں رہا۔

مختار :۔ خواہ مخواہ کے پریشان ہو رہی ہیں اماں۔

امتیاز :۔ مختار! میں نے صفیہ سے تمہارے رشتے کی تمام تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔ بہترین رشتہ ہے! اچھے لوگ ہیں۔ لڑکی خوبصورت ہے اور تین چار لاکھ کا مال و اسباب ساتھ لا رہی ہے۔ اور کیا چاہیئے تمہیں۔!

مختار :۔ ماموں جان ! آپ بھی موجود ہیں ۔ اچھا ہی ہے ۔ آج تصفیہ ہو جائے گا ۔

قصہ یہ ہے کہ بھائی جان مرحوم نے عین انتقال سے قبل تنویر کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر عجیب نظروں سے ہمیں دیکھا اور ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے ۔

آمنہ :۔ (پریشان ہوکر) مختار ! اس کی نگرانی تمہارے ذمہ دی ہو گی ۔

مختار :۔ ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مطلب صرف نگرانی نہیں ہوتا اماں ۔۔۔ !

آمنہ :۔ پھر کیا ہوتا ہے !

مختار :۔ اس طرح انہوں نے تنویر کو میرے حوالے کر دیا ۔

آمنہ :۔ میں سمجھی نہیں تیرا مطلب !

مختار :۔ مطلب یہ ہے کہ میں تنویر کو اپنا لوں ۔

آمنہ :۔ ارے بدبخت ایسا نہیں کہتے ۔ وہ جنم جلی میرے بڑے لڑکے کو تو کھا گئی ۔ اب چھوٹے پر بھی ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ ہے اس کا !

صفیہ :۔ اماں ۔ ایک شوہر کو کھانیوالی عورت دوسرے شوہر کو ضرور کھاتی ہے ۔

امتیاز :۔ کیا وہمی باتیں کہہ رہے ہو تم لوگ !

آمنہ :۔ بھائی جان یہ حقیقت ہے ۔ اپنی چچیری بہن زرینہ ہے نا !
اپنے میاں کے انتقال کے بعد انہوں نے دوسرا نکاح کیا اور دوسرے
میاں بھی چل بسے ۔
صفیہ :۔ میری سسرال میں بھی ایک نعیمہ خالہ ہے ۔ ان کے دوسرے
میاں بھی چل بسے ۔
مختار :۔ اور وہ دور کی پھوپھو ہیں نا ۔ انہوں نے دوسری شادی
کی ۔ ماشاءاللہ ان کے بچے" اور میاں سب صحت مند اور سلامت ہیں ۔
آمنہ :۔ سلطانہ آپا نے تو جوانی میں نکاح کیا تھا ۔ ہاں ان کے بچے"
اور میاں سلامت ہیں ۔
مختار :۔ میں کونسا بڑھاپے میں نکاح کر رہا ہوں ! یا تنویر بوڑھی
ہوگئی ہے !
آمنہ :۔ توبہ ! کون سمجھائے تجھ کو تو تو دیوانہ ہوگیا ہے ۔
مختار :۔ آپ کی اور صفیہ باجی کی سمجھ میں بات نہیں آتی تو میں کیا
کروں ۔

اچھا ماموں جان جو تصفیہ کریں میں رضامند ہوں ۔
آمنہ :۔ بس بھائی جان جو تصفیہ کریں ہم بھی راضی ہیں ۔
امتیاز :۔ جہاں مجھے افتخار کی جوان مرگی کا رنج ہوتا تھا وہیں تنویر
کی پھوٹی جوانی پر بھرٹ ترس آتا تھا ۔ سوچتا تھا کہ یہ پہاڑ سی جوانی
کیسے کٹے گی ! اور آج میرے دل کو سکون مل گیا ۔

آمنہ :۔ بھائی جان! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ !

امتیاز :۔ پہلے سن تو لو میری۔ مختار ایک خوبصورت بیوی اور حد سے زیادہ دولت پاکر کیا کرے گا جب کہ اس کے دل کو سکون ہی میسر نہ ہو! ہر شخص پیسے کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ زندگی سے سکون چھن گیا ہے۔ آج ہر شخص ایک دوسرے کیلئے اجنبی بن گیا ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہے۔

صفیہ :۔ (حیرت سے) ماموں جان — !

آمنہ :۔ بھائی جان خدا کیلئے ایسا نہ کہئے۔

امتیاز :۔ آمنہ — ! تم یہ شک دل سے نکال دو کہ بیوہ عورت شوہر کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ کیا تمہارا ایقان نہیں ہے کہ موت صرف خدا کے ہاتھ ہے۔

آمنہ :۔ (مجبور ہوکر) ہے۔

امتیاز :۔ پھر خود بخود تمہارے توہمات ختم ہو گئے — نیا گھر تو ہر نوجوان بساتا ہے لیکن ایک ٹوٹے ہوئے گھر کو سہارا دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ فولاد کا جگر چاہیئے اس کے لئے۔ اس سے مختار کے کردار کی بلندی ظاہر ہوتی ہے۔ اس دور میں ایسے بلند کردار لڑکے کہاں ہیں! اس کو تو سونے میں تولنا چاہیئے۔ لہذا تم اس نئے رشتے کو قبول کرلو۔ تمہارے سونے گھر میں بہار آجائے گی۔

آمنہ :۔ بھائی جان! ہمیں تو یقین تھا کہ آپ ہماری تائید کریں گے

و مختار کی طرف ہو گئے۔
:۔ آمنہ تم تو جانتی ہو کہ میں ہمیشہ حق کی بات کرتا ہوں۔
تم کھلے دل سے مختار کی بات مان لو۔
:۔ اماں کیا آپ اپنے مرحوم بیٹے کی روح کو سکون نہیں پہنچاؤ گی!
:۔ میری تو عقل کام نہیں کر رہی ہے بیٹا۔
:۔ آمنہ تم ذرا بھی شک دل میں نہ لاؤ۔ اس کام کو اللہ کی طرف
و۔ پھر یہ تمہارا ماتم کدہ عشرت کدہ بن جائے گا۔
۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) شاید خدا کو یہی منظور ہے۔
:۔ تنویر کہاں ہے! میں ملا ہی نہیں اس سے۔
۔ اپنے کمرے میں پڑی رہتی ہے۔ نہ کسی سے بات نہ چیت۔
یا بلا لا اسے۔
:۔ نہیں نہیں۔ میں وہیں جا کر مل لیتا ہوں۔
۔ ماموں جان آئیے تشریف لائیے (کھٹ سے لائٹ آن کرتی ہے)
۔ تم اندھیرے میں تھیں؟
۔ اب میری زندگی میں اندھیرے کے سوا اور کیا ہے' ماموں جان۔
۔ ہر اندھیرے کے بعد اجالا آتا ہے بیٹی۔
میری زندگی ایسی اندھیری رات ہے کہ جس کی کوئی صبح نہیں۔
۔ ہر رات کی صبح ہوتی ہے بیٹی' اور تمہاری زندگی میں بھی ایک صبح آنے
والی ہے۔ ایسی سحر کہ جس میں سارے غم کے اندھیرے ڈوب جائیں گے۔

تنویر :۔ مجھے تو ایسی کوئی صبح نظر نہیں آتی ہے، ماموں جان ۔
امتیاز :۔ مجھے نظر آرہی ہے بیٹی، اور بہت جلد ہی وہ صبح آنے والی ہے ـــ
ـــ اچھا شوکت کہاں ہے ۔
تنویر :۔ اسکول گیا ہے !
امتیاز :۔ اور شاہین ۔
تنویر :۔ اماں آئی تھیں، ان کے ساتھ گئی ہے ۔
امتیاز :۔ تم بھی چلی گئی ہوتیں ۔ دو چار روز ماں بہنوں میں رہنے سے تمہارا بھی دل بہل جاتا ۔
تنویر :۔ اب تو میرا دل کسی بات میں نہیں لگتا، ماموں جان ۔ مرحوم کی موت کا غم ناقابل برداشت ہوتا جا رہا ہے ۔ میں سمجھتی ہوں، چند ماہ میں، میں بھی مر جاؤں گی ۔ ایسا بھی کوئی دن مری قسمت میں نہیں ہے جس دن مجھے مرنے کی تمنا نہ رہے گی ۔
امتیاز :۔ نہ نہ ۔ ایسا نہیں کہتے بیٹی ۔ پھر تمہارے بچوں کو کون دیکھے گا ؟
تنویر :۔ دادی ہیں، چاچا ہیں ۔ یہ لوگ دیکھیں گے ۔
امتیاز :۔ ماں کی کرنی کون کرتا ہے بیٹی ؟ ـــ خیر میں مکرر یہ پیام دیتا ہوں کہ تمہاری زندگی میں ایک نئی صبح آنے والی ہے ۔

جو غم حد سے زیادہ ہو خوشی نزدیک ہوتی ہے
چمکتے ہیں ستارے جب کہ رات تاریک ہوتی ہے

اچھا بیٹی خدا حافظ ۔

۔ خدا حافظ ماموں جان ۔
(شہنائی بجتی ہے ۔ مختار اور تنویر کی نکاح خوانی انجام پاتی ہے ۔
اور حسب ذیل مبارکبادیاں سنائی دیتی ہیں)
ن : ۔ مختار، شادی مبارک ۔
۔ شکریہ
ان : ۔ شادی مبارک واللہ تم نے کمال کر دیا ۔ ایک کنوارا نوجوان
اور ایک بیوہ سے شادی ۔
: ۔ شکریہ
۔ مختار شادی مبارک ۔ جی چاہتا ہے کہ تمہیں سونے میں تولوں ۔
۔ ماموں جان ' یہ سب کچھ آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے ۔
(سہاگ رات)
: ۔ تنویر
۔ ہوں
۔ کیا سوچ رہی ہو ؟
کچھ نہیں
۔ کیوں کچھ نہیں تم کو بھائی جان کی یاد آرہی ہوگی ۔
۔ ہوں
۔ تم سمجھو کہ بھائی جان زندہ ہیں اور میں مر ....
۔ (مختار کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتی ہے) ایسا نہ کہو ۔ میں مالک کا

شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے میرے زخم مندمل کرنے کے لئے تمہیں
میرے حوالے کر دیا ۔

مختار :۔ پھر مسکراؤ

تنویر :۔ یہ لو (مسکراتی ہے)

مختار :۔ ایسا نہیں ۔ ہنسو (تنویر کے پیٹھ کی طرف انگلی بڑھاتا ہے)

تنویر :۔ ہنستی ہے ۔ بس ۔ (سنجیدہ ہو کر) لیکن میں سوچتی ہوں کہ کتنا
عظیم دل ہے، تمہارے سینے میں کہ تم نے ایک باسی پھول کو اپنا لیا ۔

مختار :۔ پھول باسی کہاں تھا ۔ پھول تو شاخ سے ٹوٹ کر گر رہا ہی تھا
کہ میں نے اس کو سنبھال لیا ۔ اب یہ پھول بھی میرا ہے
یہ ننھی منی کلیاں بھی میری

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

:=:

اغلاط نامہ

غلط لفظ طبع شدہ	صحیح لفظ	صفحہ نمبر	غلط لفظ طبع شدہ	صحیح لفظ
عل	عمل	۱۳۵	APPOIN-TMENTS	QOALIFI-CATIONS
بھی	بھئی			
	سمجھ	۱۵۳	ہے	رہے
گے	گئی	۱۵۵	تے	نے
بھی	بھیج	۱۷۱	ہے	ٹھہر
بھی	بھئی	۱۸۵	گھر	گھی
قربا	کیچو	۱۹۰	ہا	بار
وہ	یہ	۱۹۱	منوا	منگوا
امڈ	انڈا	۱۹۹	جھول	کھول
ڈاک	ڈاکیہ	۲۰۱	حیلا	چلا
سے	میں	۲۱۱	ہو	سو
ہیں	ہیں	۲۱۴	ہیں	ہو
ہے	سے	۲۲۰	ٹھیر	سشیر
	میں	۲۲۰	ہیں	ہو
پر	پن	۲۲۸	—	کو
گیا	گے	۲۳۲	ہی	یہی
کہتے	کہنے	۲۴۲	حب رات	رات جب
زینب	زیب			